مدیر مسئول: ڈاکٹر محمد تنویر حیات

مے غاید خوب و زیبا در نظر
لیک از زہرش بود جاں را خطر

یہ باہر سے بہت خوبصورت اور زیبائش سے بھرپور نظر آتی ہے لیکن اس
کے زہر سے جان کو ہمیشہ خطرہ لاحق ہے۔

زہر ایں مارِ منقش قاتل است
باشد از وے دور ہر کہ عاقل است

اس نقش ونگار والے سانپ کا زہر ہلاکت خیز ہے، اس لیے ہر عقلمند اس
سے دور رہنا ہی پسند کرتا ہے۔

ہم چو طفلان منگر اندر سرخ و زرد
چوں زناں معزور رنگ و بو مگرد

بچوں کی طرح سرخ وزرد رنگوں کو نہ دیکھ، عورتوں کی طرح صرف رنگ وبو
پر فخر سے مت ناچ۔

زالِ دنیا چوں عروس آراستہ است
ور دو روزے شوی دیگر خواستہ است

بوڑھی دنیا دلہن کی طرح آراستہ ہے، جو ہر دو دن کے بعد ایک نئے شوہر
کی تلاش میں ہوتی ہے۔

ماخوز: "پندنامہ" از شیخ فرید الدین عطارؒ
اردو ترجمہ: ابن قدیر

مؤسس حضرت علامہ سید محمد اشرف اندرابی علیہ الرحمۃ

المصباح

(دارالعلوم شاہ ہمدان کا دینی، فکری و علمی ترجمان)

جلد: ۲۰ شمارہ: ۲ ستمبر ۲۰۲۳ء بمطابق صفر المظفر/ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

مدیر مسئول: ڈاکٹر محمد تنویر حیاتؔ

نوٹ: مضمون نگار کے افکار و نظریات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ (ایڈیٹر)

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ:
Al-Misbah Monthly
Shah-i-Hamdan Memorial Trust
Pampore 192121
Ph. : 9419023343 (Editor)
01933-223267 (Office)
Account No.: 0475040100000069

پرنٹر پبلشر عبدالرحمان گنائی نے ٹی ایف سی سینٹر سے چھپوا کر شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور کشمیر سے شائع کیا

قیمت فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 300 روپے

اعزازی چندہ: 1100 روپے

شائع کردہ

شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ میموریل ٹرسٹ پانپور

E-mail : editoralmisbah@gmail.com

Web: www.shahihamadanmemorialtrust.org

اداریہ

وقف بورڈ اور سند یافتہ امام: چند گزارشات

ڈاکٹر محمد تنویر حیات

انسانی سماج کی تعمیر و ترقی، فلاح و بہبود، مصیبت زدوں کی مدد، غریبوں کی کفالت، نادار افراد کی اعانت، بیماروں کی تیمارداری، بے واؤں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کی کفالت وسرپرستی، قوم کے بچوں کو تعلیم و ہنر سے آراستہ کرنا، صنعتی تربیت گاہوں کا قیام، شفاخانوں کا قیام اور اس جیسے بہت سارے کام ہیں جن کو منظم طور پر انجام دیا جانا کسی بھی سماج کی بہتری کے لئے بنیادی ضرورتوں کا درجہ رکھتے ہیں۔

اگرچہ اسلام میں معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے صدقات، خیرات اور زکوٰۃ کا نظام پہلے سے ہی رائج ہیں، تاہم سماج کو مزید بہتر بنانے کے لئے وقف بھی اہم رول ادا کررہا ہے۔

اگرچہ اسلام سے پہلے "وقف" اپنے اس خاص معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا لیکن اموال اور املاک کی متعدد صورتیں موجود تھی جن میں عبادت گاہیں، رفاہی امور یا مختلف افراد کے ساتھ کسی ملک کو خاص کردینے کی مثالیں ملتی ہیں جو کہ چند جہات سے وقف کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں۔

قرآن کریم کے اندر بیشتر مقامات پر وقف کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ﴿177﴾

"نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرلو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے"۔

اس آیت میں وقف کرنے کا ثبوت واضح طور پر موجود ہے۔

"کسی چیز کو اللہ کے راستے میں ہمیشہ کے لئے اس طور سے دے دینا کہ اس کی اصل بچا کر رکھی جائے اور اس سے حاصل ہونے والا نفع خرچ کیا جائے" وقف کہلاتا ہے۔ یہ ایک بہت ہی پسندیدہ نیکی ہے۔ اس سلسلے کی

احادیث مختلف کتابوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خیبر میں کچھ مال ملا ہے، مجھے اس سے بہتر مال کبھی حاصل نہیں ہوا، آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم چاہو تو اس کی اصل روکے رکھو اور اسے صدقہ کردو، لیکن یہ ہے کہ اس اصل کو نہ تو ہبہ کیا جائے گا اور نہ وہ وراثت بنے گا۔''

شریعتِ اسلامیہ نے جن مقاصد کے لئے اوقاف قائم کئے ہیں اس کی اہمیت و افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے ہر دور میں اوقاف قائم کئے ہیں۔

ہم نے المصباح ستمبر 2022ء کے شمارہ میں جموں و کشمیر مسلم وقف بورڈ کے تاریخی رول پر ایک تفصیلی مضمون لکھا ہے۔ جس میں ہم نے مسلم وقف بورڈ کی کارکردگی اور اس کا سیاست زدہ ہونے پر بات کی ہے۔ مسلم وقف بورڈ کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ سنی حنفی لوگوں کے نذرونیاز سے آتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کے مشن کی آبیاری کرنا، اسلامی تعلیمات پر مشتمل لٹریچر شائع کرنا اور تبلیغ دین خصوصاً مسلک اہل سنت (حنفی) کی ترویج و اشاعت کے لئے موثر اقدامات روبہ عمل لانا، وقف بورڈ کے اغراض و مقاصد میں لازمی شامل ہونا چاہیے۔

وقف مسلمانوں کے ان مسائل و معاملات کے زمرے میں شامل ہے جنہیں آج کل کی قانونی اصطلاح میں مسلم پرسنل لاء کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہر معاملہ اور مسئلہ کو شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق ہی حل کیا جانا ضروری ہے۔ اصل مقصد ملت مرحومہ کی دینی، تعلیمی اور تبلیغی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اولیاء کرام کے عظیم اسلامی مشن کی آبیاری کرنا بھی واجب ہے۔

گزشتہ ماہ میں وقف بورڈ جموں و کشمیر کی چیئرپرسن ڈاکٹر درخشاں اندرابی صاحبہ نے ایک حکم نامہ جاری کیا ہے، جس کے مطابق وقف کے زیر انتظام مساجد اور درگاہوں کے لئے سند یافتہ اماموں اور خطیبوں کو تعینات کیا جائے گا۔ ہم اس حکم نامہ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ حکم نامہ عین شریعت کے مطابق ہے، اس لئے ہم اس کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہماری طرف سے وقف بورڈ حکام سے گزارش ہوگی کہ منتخب امیدواروں کا سنی حنفی اور دینی استعداد رکھنے والا عالم و فاضل ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نماز جمعہ کا خطبہ اسلام میں مذہبی اور معاشرتی طور پر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ کی بڑی اہمیت ہوتی تھی جس میں حضور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی مسائل اور آداب سے بھی آگاہ کیا کرتے تھے۔ اسلام میں خطبہ جمعہ ایک مکمل انسانی راہنمائی کے لیے ہے کہ انسانوں کو معاشرے میں کس طرح کا رول ادا کرنا چاہیے، ملک اور سماج میں کس طرح رہنا چاہیے۔ نظام تجارت میں کن اصولوں کے تحت تجارت کرنا چاہیے، ایک دوسرے سے انٹریکشن کرتے وقت کن آداب کا خیال رکھنا چاہیے یعنی ہر چیز کی راہنمائی کے لئے خطبہ جمعہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو جمعہ کے دن گائیڈ لائنز دی جاتی تھی تا کہ عام لوگوں کو پتا چل جائے کہ ہماری ڈیوٹی کیا ہیں، ہمیں کیا کرنا ہے، ہمیں کس طرح سے چلنا ہے، یعنی مکمل راہنمائی خطبہ جمعہ کے اندر موجود ہوتا تھا۔ اس لئے آج جو خطبے کا نظام ہے اسے Upgrade کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے بڑے علماء اور مرکزی اداروں و تنظیموں کو ایک ساتھ بیٹھنے کے بعد ایسی گائیڈ لائنز تیار کرنا چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا یا ای میل کے ذریعے پورے ملک کے آئمہ کرام کو بھیجیں تا کہ ہر جمعہ میں انسانیت کے لئے ایسا میسج ملے جو ہمیں یہ بھی گائیڈ کرتا ہو کہ مشترک معاشرے میں کس طرح سے آگے بڑھنا ہے۔ تجارت میں اپنے آپ کو خود کفیل کس طرح بنانا ہے، تعلیم میں کس طرح ترقی کرنا ہے۔ پاکیزگی کو اسلام میں آدھا ایمان کہا گیا ہے۔ صفائی ستھرائی کا خیال اپنی بستیوں اور محلوں میں کس طرح رکھنا ہے، یہ بھی اسلام کا تقاضہ ہے۔ اپنی تہذیب کو ایک مثالی تہذیب کس طرح بنانا ہے تا کہ ہمارے محلے، ہماری گلی کوچوں، ہماری بستی سے اگر کوئی انسان گزرے، تو وہ ہماری تہذیب کی مثال دے۔ ہماری دکان پر اگر کوئی خریدار آئے تو وہ ہمارے اعلیٰ اخلاق کی مثال دے۔ ہماری بستی اور شاہراہوں سے اگر کوئی گزرے تو وہاں کی صفائی کی مثالیں دے۔ یہ بڑا افسوس ہے کہ آج ہماری بستیوں کا تعارف اس اعتبار سے کرایا جاتا ہے کہ گویا کہ وہ کوڑے کا ڈھیر بنی ہوئی ہیں۔ ہمارے قبرستانوں، عیدگاہوں میں لوگ کرکٹ کھیلتے ہیں۔ ان سب چیزوں پر بنیادی پیغام ہماری مساجد سے دیا جانا چاہئے اور اگر تمام مساجد سے ایک ہی طرح کے پیغام دیے جائیں گے، ایک سنٹرل گائیڈ لائن ان کے پاس آئے گی تو ان کی آواز یقیناً صدا بہ صحرا ثابت نہیں ہوگی۔

مساجد میں اس قسم کے خطابات سننے کے بعد، پھر انہیں سوشل میڈیا پر اپ لوڈ بھی کیا جائے تا کہ اس محلے کے لوگ اسے دیکھیں، اسے پڑھیں اور سمجھیں کہ آج ہمارے امام نے مسجد سے یہ میسج کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع اپنے آپ میں کیوں تاریخ ہے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبات دیئے ہیں اس میں ایسی گائیڈ لائنز مرتب کی ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کو آگے بڑھانے کے لئے کام کرتی رہے اور ہمیں ایک مثالی معاشرہ بنانے کے لئے نبی کی زندگی کے دونوں پہلوؤں کو عوام تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ مکی دور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ اقلیت میں تھے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحت آمیزی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہجرت تک قیام فرمایا ہے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے الجھے نہیں بلکہ لوگوں کی گالیوں پر بھی خاموشی اختیار کی ہے۔ پھر جب مدینہ میں آپؐ کو اکثریت حاصل ہوئی تو آپ نے اس اقلیت کے حقوق کے ساتھ مکمل انصاف کیا۔

اس طرح کی سوچ اور فکر کو عوام میں پیدا کرنا علماء کی ذمہ داری ہے۔ یہ سوچ وفکر لانے کے لئے خطبہ جمعہ کو سینٹرلائز کرنا ضروری ہے تا کہ لوگ انتشار کے شکار نہ ہو، بلکہ اجتماعی شعور ان میں بیدار ہو۔

❖❖❖

انسانی رویے اور قرآن

پروفیسر ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم
(استاد عربی زبان و ادب)

قرآن کا دکھ اور نوحہ:

قرآن کریم کی اہمیت، فضیلت و حفاظتِ، بلاغت و اعجاز، اسلوب و فصاحت اور انداز و تعلیمات، ان کی آفاقیت اور اِمعان، گہرائی، حقانیت و تاثیر پر بے شمار کتب و مقالات لکھے جا چکے ہیں۔

ان تحریر کا یہ موضوع نہیں، بلکہ رمضان المبارک کی برکات و فیوض کے ایک مظہر سماعت و تلاوت قرآن کے دوران ذہن کو جھنجونے والے striking کلمات و تراکیب اور ان کے پس منظر میں دعوت عمل کا بالاختصار اظہار و بیان ہمارا مقصود ہے۔

قرآن بلاشبہ تذکیر و نصیحت کا سامان اور فکر و عمل کے عقدے حل کرنے، زاویے واضح کرنے، غور و تدبر کی جانب متوجہ ہونے اور زاد آخرت جمع کرنے کی شاہ کلید یعنی master key ہے۔

قرآن عظیم سرچشمۂ علوم و معارف و حقائق ہے۔ کائنات کی حقیقتیں یا تاریخ انسانی کی دروس اخلاقیات ہوں یا اسباق تاریخ، حکمت کے سرچشمے ہوں یا دانش کے سوتے، فکر کی جلاء ہو یا روح کی بالیدگی، شعور و آگاہی کی روشنی ہو یا عمل کی راہیں، شخصیت و کردار کے پیمانے ہوں یا فوز و فلاح کے معیارات، دنیاوی امور ہوں یا اخروی معاملات، سزا و جزاء کے اصول و ضوابط ہوں یا زاد آخرت بنانے کے طریقے، لطف سماعت کا ذوق ہو یا حسن قرأت کا شوق، سوچ کے دھاروں میں دلچسپی ہو یا دل کے تالوں کو کھولنے کی خواہش، قرآن کھولیئے، پڑھیئے، سنیئے، سمجھیے، اور عمل کیجئے۔

قرآن خود کے ساتھ مربوط رہنے اور اس سے ہدایت و نصیحت چاہنے والے کے لئے بہت آسان اور سریع الفہم، اور عمل کرنے والے کے لئے تو بہت نافع اور معاون ہے۔

قرآن اپنے اسلوب تذکیر کے باعث قاری اور سامع کے لئے بہت پُرکشش ہے۔

قرآن کو پڑھنے والا ممکن ہی نہیں اس کی تاثیر اور تشجیع عمل کی زبردست قوتوں سے محروم رہے۔

قرآن کے اتنے کمالات اور اعجازات، اسے بار بار پڑھنے، اس کے بارے بے شمار کتب و مقالات لکھے جانے اور اس کی بنیاد پر ہزاروں علمی اجتماعات منعقد کئے جانے، اور ہر رمضان میں اس کی آیات کروڑوں بار تلاوت و

سماعت کرنے اور آسمان کے ستاروں جیسی نیکیاں سمیٹنے کے باوجود، قران دکھی رہتا ہے، اور اہل قرآن کو خبردار کرتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ ربط وتعلق کے ان بے شمار مظاہر و معمولات کے باوجود ترک قرآن اور عملاً بے اعتنائی کا رویہ ختم نہ ہوا تو قیامت کے روز وہ بارگاہ رب العالمین میں بزبان صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوحہ کناں ہوگا۔

وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا.

قرآن کے ساتھ فکری تعلق کے حوالے سے یہ تین انداز ہیں جو قرآن نے اختیار کیے۔

1. وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ... لا یَعلمون
2. وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ... لا یُؤْمِنُون
3. وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ... لا یَشْکُرُون.

اب ان تینوں کو ہم ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

وَلٰکِنَّ أَکْثَرَ النَّاسِ... لا یَعلمون:

انسانی زندگی سے متعلق کوئی ایسا موضوع اور سوال

نہیں اور کوئی ایسا خلفشار نہیں جس کے بارے میں قرآن عظیم نے بنیادی، اصولی، قطعی، واضح اور حتمی راہنمائی عطا نہ کی ہو۔ قرآن ایسے موضوعات وحقائق کے بیان کے بعد لوگوں کو مختلف الفاظ و اسالیب میں متوجہ کرتا ہے، جو ان حقائق پر نہ غور کرتے ہیں، نہ انہیں مانتے ہیں یا ان پر یقین نہیں رکھتے، یا ان کے ساتھ بے اعتنائی برتتے ہیں۔ ان الفاظ واسلوب میں قرآن مجید میں 9 مقامات پر مختلف امور پر اکثر بندگان خدا کا رویہ بیان کیا گیا۔ سورہ الاعراف میں قیامت کے حوالے سے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ.

قیامت اور آخرت اور اس کے مناظر ونشانیاں قرآن وحدیث کا اہم ترین موضوع ہے۔ جسے مختلف انداز واسالیب کے ساتھ بتکرار بیان کیا گیا۔ دلائل بھی دیئے گئے اور بندگان خدا کے ذہنوں میں جنم پانے والے اشکالات وسوالات کے بھی کافی وشافی جوابات دیئے گئے، مگر لوگ سرچشمۂ کامل ووسیع وبرحق علم کی دلیلوں اور باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اگر محض عقیدۃً مانتے بھی ہیں تو عملی طور پر یقین رکھتے ہیں نہ اس علم وعقیدہ کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

قیامت اور حشر کے حوالے سے اسی انداز میں سورۃ الجاثیہ میں ارشاد ہوا:

قُلِ اللّٰہُ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یَجْمَعُکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ

لَا یَعْلَمُوْنَ.

لوگوں کو خبر ہی نہیں، یا خبر ہے تو یقین نہیں کہ اللہ ہی نے اس کائنات کی ہر شئ اور خود انسانوں کو پیدا کیا۔ پھر وہ انہیں موت سے دوچار کرے گا اور پھر قیامت کے روز دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں لا اکٹھا کرے گا اور اس حقیقت اور دن کے وقوع میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔ مگر اکثر لوگ بار بار بتائے جانے کے باوجود اس شعور و آگہی کو اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیتے اور بے علم ہی رہتے ہیں۔

انبیاء کی بعثت، دعوت اور موت کے حوالے سے سورۃ النحل میں ارشاد ہوا:

لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ۔

کہ لوگ قسمیں کھا کھا کر ان سب باتوں کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ کا اعلان ہی نہیں، بلکہ سچا اور مبنی برحق وعدہ ہے، اور اللہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی تو کرتا نہیں، بلکہ پوری قوت کے ساتھ نافذ کرنے پر قادر ہے۔

بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ.

سورہ یوسف میں اللہ جل جلالہ کی کائنات میں موجود اور ہر امر پر زبردست، کامل اور نافذ قوت وغلبہ وقدرت کی حقیقت کے مظاہر دیکھنے کے باوجود لوگوں کے بے بندگی کے رویے اور اس کی متصرف کل ہستی کو نظر انداز کرنے کے طرز عمل کے پس منظر میں ارشاد ہوا:

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْن

اسی انداز میں اللہ رب العزت کے ایک اور وعدے کا ذکر سورۃ الروم میں ہے، جس کے وقوع اور نتائج سے بھی عہد نزول قرآن کے اکثر لوگ نابلد و لاعلم تھے، حالانکہ یہ رب کائنات کا وعدہ تھا، جس کے نامکمل رہنے یا ایفانہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ.

یہ وعدہ دراصل رومیوں کے بظاہر دنیا پر غلبہ وتسلط اور اسے سپر پاور مانے جانے کے پس منظر میں تھا کہ اس عارضی اور وقتی غلبہ کے بعد بالآخر وہ اسلام کے باجگزار بن کر رہیں گے۔

وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ(۳) فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ.

بس چند سالوں ہی کی بات ہے، جب یہ رومی اپنی شان وشوکت سے محروم ہو جائیں گے۔ مسلمان فاتح ہوں گے، مسلمانوں کو طویل آزمائشوں کے بعد بالآخر خوشی اور فرحت سے سرشاری ملے گی۔ اللہ کی مدد ان کے لئے نازل ہوگی اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

اور تاریخ نے دیکھا کہ واقعی محض چند سالوں بعد یہ شاندار مناظر خود اہل ایمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور تاریخ کے صفحوں پر یوں رقم ہوئے کہ ہر شخص نے انگلیاں منہ میں داب لیں۔

اللہ رب العزت نے کچھ اور واضح معاملات پر بھی

انسانوں کی لاعلمی کو موضوعِ کلام بنایا۔

سورۃ یوسف اور سورۃ الروم میں دین اسلام کے حوالے سے واضح کیا کہ یہ دین محض ایک مذہب و مسلک نہیں۔ ایک مکمل اور انتہائی سیدھا اور کسی بھی قسم کی فکری و عملی کجی سے پاک مستحکم و پائیدار اور برحق عقائد ونظریات و اعمال پر مشتمل مکمل ضابطہ اور طریق حیات ہے۔

مگر لوگ لاعلمی کی بناء پر ادھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں۔

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

ایک پہلو انبیاء کرام کو عطا کردہ علوم ومعرفت کا ہے کہ وہ اللہ کا عطاء کردہ ہے، وہی مصدر ومنبع علوم ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.

بنیادی طور پر سورۃ الروم کی یہ آیت جناب سیدنا یعقوب ویوسف علیہما السلام کو دیے گئے علم سے متعلق ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل ہونے سے منع کیا،

اور انہوں نے الٰہی عطاء علم کی بنیاد پر اس حکم کی مکمل پیروی کی۔

انبیاء کا علم خواہ وہ براہ راست وحی کے ذریعے ہو یا خواب کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے، وہ برحق، منجانب اللہ اور واجب الاتباع ہوتا ہے۔ اس کی مخالفت یا حکم عدولی اور نظر انداز کیے جانے کی ہرگز گنجائش نہیں ہوتی۔

سورہ سبا میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت الی الناس کافۃ کا اعلان ہے۔ دو مزید خصوصیات بھی مذکور ہیں: بشیراً ونذیراً۔

اور تعجب ہے لوگ اس رسول کل، رسول مہربان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وحیثیت کے سب امتیازات و افتخارات دیکھنے کے باوجود بھی خود کو جہالت سے مربوط رکھے ہوئے ہیں۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.

سورۃ سبا ہی میں ایک اور حقیقت بیان کی گئی:

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمہ نوع رزق اور اسباب عیش، جاہ ومال سب خود ان کی محنت، حکمت، تدبر اور قوت کے نتائج ہیں۔ وہ اس کے خود خالق ومالک اور متصرف کل ہیں اور یہ کہ یہ مال ومتاع دائمی ہیں۔ نہ کوئی دوسرا اس کامیابی میں شریک ہے، نہ تقسیم کار اور نہ ہی اس میں کسی دوسرے کا کوئی حق اور نہ ہی ان پر حلال وحرام، جائز وناجائز کی کوئی قید۔ وہ جیسے اور جب اور جتنا چاہیں دولت کمائیں، اڑائیں اور بچائیں۔

انہیں بتایا گیا کہ ان بے علم وخبر اور حقیقت وقدرت الٰہی سے ناآشنا لوگوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ نہیں، بلکہ تقسیم رزق کا اصل محور ومرکز رب کائنات ہے۔ وہی رزق کی کشادگی اور تنگی پر قادر ہے، کیونکہ وہی رازق اصلی اور مختار

کل ہے۔

انسان کی کیا طاقت اور اوقات کہ اپنے بَل پر وہ یہ رزق سمیٹ سکے۔ اسے بچا سکے، محفوظ رکھ سکے یا کسی کو محروم کر سکے۔

اس پس منظر میں بندگان خدا پر واجب ہے کہ رزق کی کشادگی اور تنگی پر رب کریم کو ہی قادر سمجھیں، اپنے پاس کم یا زیادہ رزق کو پروردگار کی عطا اور امانت تصور کریں، اسی سے خیر و برکت کے طالب رہیں، اسی کی متعینہ حدود میں رہ کر حصول رزق میں سرگرم رہیں، اور اسی کے احکامات و قیود کے مطابق خرچ کریں۔ خوشحالی اور تنگدستی کے کسی بھی زمانے میں اسے ہرگز فراموش نہ کریں۔

اس اسلوب میں اکثر لوگوں کی لاعلمی کا یہ بھی پہلو بیان ہوا کہ لوگ خدائے لم یزل، حیّ و قیوم کی بے شمار قدرتوں میں سے بے شمار مظاہر فطرت میں سے انتہائی ظاہر و باہر اور نمایاں عظیم و حیرتناک تخلیق ارض و سماء کو دیکھتے رہنے اور استعمال کرنے کے باوجود سرچشمۂ علم و قدرت کی بندگی سے کیوں منہ موڑے رکھتے ہیں۔ انسان کی تخلیق بلاشبہ نہایت حیرتناک ہے، مگر زمین و آسمان کی تخلیق اور نظم و نسق، تو اس سے بھی بڑھ کر عجوبہ ہے جو انسان کی فہم و ادراک سے بالا اور احاطے سے ماوراء ہے اور اللہ کی قدرت و عظمت کی بڑی دلیل اور دعوت ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.

2. وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ.. لَا يَشْكُرُوْنَ:

اکثر بندگان خدا کا دوسرا رویہ احسان فراموشی اور رب رؤف و رحیم کی ناسپاسی اور ناشکرگزاری کا ہے۔ کس قدر عجیب اور باعث شرم بات ہے کہ انسان اپنے خالق، مالک، پروردگار، محسن و منعم کے احسانات و انعامات سے حظ اور فیض اٹھانے اور خوب استعمال کرنے کے باوجود اس کی شکرگزاری سے غافل رہتے ہیں۔

اللہ عظیم و جلیل کی شکرگزاری بندے سے ہمہ وقت مطلوب ہے اور یہ قرآن کا خاص اور بتکرار متوجہ کرنے والا موضوع ہے اور بندۂ مؤمن کی انتہائی اعلیٰ صفات میں شامل ہے۔ یہ طرز عمل انبیاء کرام اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے نمایاں وصف ہے، جو رب رحمان و رحیم کی رضا و غفران کے بے شمار ذرکھولنے کا باعث بنتا ہے۔

سورۃ البقرۃ اور سورۃ النمل میں اسی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ.

تین باتیں بہت قابل غور ہیں:

1. اللہ کا بے پناہ فضل و احسان اپنے بندوں پر،

2. اس کے یہ احسانات اور فضل و کرم تمام مخلوق، بالخصوص انسانوں کے لئے یکساں اور وافر ہیں، بلا امتیاز منکر و مسلم۔

3. اس کے ہمہ نوع، ہمہ جہت اور ہمہ پہلو احسانات و فضل و کرم کا کوئی شمار ممکن ہے، نہ احاطہ۔

اس فضل وکرم کا ایک ہی لازمی تقاضا ہے، عطاء کرنے والی کی قدرشناسی، احسان شناسی اور شکر گزاری۔

پس شکر گزاری کا عملی مظہر یہ ہے کہ اس کے مسلم ومطیع اور مؤمن زندگی کے ہر معاملے میں اسی کی بندگی کے جامع اور مستقل رویے کو اپنائیں اور منکر بندوں کو دعوت ہے کہ پروردگار کے مطیع ومسلم بن جائیں اور صرف اسی کی بندگی کے دائرۂ ایمان واسلام میں داخل ہوجائیں۔

سورہ غافر میں شکر گزاری کا متقاضی اللہ کا یہ فضل گنوایا گیا کہ اس نے رات اور دن تمہارے سکون اور آرام اور کام کے لئے بنائے اور یہ کہ تم دن کی روشنی میں خوب دیکھ بھال کر بآسانی امورحیات سرانجام دے سکو۔

اللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ۔

یہ دونوں مظاہر قدرت بھی بے شمار منافع لئے ہوئے پروردگار کی شکر گزاری کی دلیل ہیں۔

سورۃ یوسف میں شکر گزاری کا متقاضی ایک پہلو اور بتایا:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِن شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِن فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ۔

یوسف علیہ السلام کے الفاظ میں بندگان خدا پر اور خود یوسف علیہ السلام پر اللہ کے ایک خاص فضل کا ذکر ہوا۔ ایک تو ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور پروردگار کے ہر دم شکر گزار بندے اور اسحاق ویعقوب جیسے عظیم پیغمبروں کی پیروی۔ ان جیسے موحدین ومسلمین کی پیروی کے بعد ممکن ہی نہیں کہ بندہ شرک کے راستے پر چلے یا کوئی عمل اختیار کرے۔ یوسف علیہ السلام جو خود خدا کے برگزیدہ پیغمبر تھے، کیسے ممکن تھا کہ سلسلہ انبیاء سے وابستہ بھی ہو، خود پیغمبر ہو، اور شرک کے قریب بھی پھٹکے، قطعاً ناممکن ومحال تھا۔

مَا كَانَ لَنَا أَن نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِن شَيْءٍ

ملت ابراہیمی سے تعلق اور شرک سے دوری اور بیزاری اللہ کے دو بڑے فضل واحسان ہیں، جن سے اہل اسلام تو یقیناً فیض یاب ہیں۔ وہ بندگان خدا بھی اس راہ نجات وسلامتی اور بندگی اور شکر گزاری کو اختیار کرسکتے ہیں، بلکہ یہ ان پر لازم ہے کہ اسی راہ عمل کو اختیار کریں اگر ابراہیم علیہ السلام کی ملت سے تعلق کا انہیں دعویٰ ہے۔

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ.. لَا يَشْكُرُونَ۔

بدقسمت ہیں وہ لوگ جو شکر گزاری کے اس طرزِ عمل کو نہیں اپناتے۔

3. وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ.. لَا يُؤْمِنُونَ

قرآن کریم کا تیسرا انداز یہ ہے کہ اکثر لوگ قرآن کریم اور انبیاء و رسل کی زبانی خدائی احکامات و آیات بینات اور واضح ہدایات و تعلیمات کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان پر ایمان نہیں لاتے، اگرچہ ان کی صداقت اور حقانیت پر ان کی فطرت سلیمہ اور دل گواہی دے رہے ہوتے ہیں، مگر آباؤ اجداد کی اندھی اور بے دلیل تقلید، معاشرتی دباؤ اور معاشی مفادات انہیں ایمان لانے اور تسلیم و قبول سے روکے رکھتے اور جہالت کے اندھیروں اور دائمی ہلاکت، تباہی و بربادی اور خسران عظیم کی طرف دھکیلتے ہیں۔

سورۃ الرعد میں ارشاد الٰہی ہے:

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ ۗ وَالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ

پہلی بات تو یہ کہ یہ آیات اس کتاب کا حصہ ہیں،

جو۔۔خالق کائنات نے نازل کی ہے،

جو۔۔۔یقیناً تمہارا اور ساری مخلوقات کا پروردگار ہے،

جو۔۔۔محفوظ ترین اور مبنی برحق تعلیمات پر مشتمل ہے۔

جو پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود ساختہ نہیں، بلکہ اسی پروردگار کی طرف سے نازل کردہ آخری اور حتمی کتاب ہے۔

یہ ایسے حقائق ہیں جن کی تصدیق کے بے شمار دلائل ہونے کے باوجود اکثر لوگ انہیں نظر انداز کرتے اور ایمان لانے سے کتراتے ہیں۔

اس انداز کا دوسرا موضوع۔۔الساعۃ۔۔۔یعنی قیامت ہے۔ اس پر ان گنت ہمہ جہت دلائل کے باوجود لوگ ایمان لانے، یقین کرنے اور تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔

سورۃ غافر میں ارشاد ہوا:

إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ.

قیامت تو ضرور ہی برپا ہوگی، خواہ لوگ اسے مانیں یا انکار کریں، کترائیں یا نظر انداز کریں، اس سے غافل رہیں یا بھول جائیں۔

اس کا آنا ایک طے شدہ امر ہے، جس سے فرار ممکن نہیں، نہ شک و شبہ میں مبتلا ہونے کی گنجائش۔

اتنے واضح اور قوی دلائل کے باوجود لوگ اگر اسے نہ مانیں، تو ان کی مرضی۔ پروردگار نے تو ہر اسلوب و انداز سے بار بار آگاہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

البیرونی

ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی المعروف البیرونی (پیدائش: 5 ستمبر 973ء، وفات: 13 دسمبر 1048ء) ایک بہت بڑے محقق اور سائنس دان تھے۔ وہ خوارزم کے مضافات میں ایک قریہ، بیرون میں پیدا ہوئے اور اسی کی نسبت سے البیرونی کہلائے۔ البیرونی بوعلی سینا کے ہم

عصر تھے۔ خوارزم میں البیرونی کے سرپرستوں یعنی آلِ عراق کی حکومت ختم ہوئی تو اس نے جرجان کی جانب رختِ سفر باندھا، وہیں اپنی عظیم کتاب "آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ" مکمل کی۔ حالات سازگار ہونے پر البیرونی دوبارہ وطن لوٹے اور وہیں دربار میں عظیم بوعلی سینا سے ملاقات ہوئی۔

البیرونی نے ریاضی، علم ہیئت، تاریخ اور جغرافیہ میں ایسی عمدہ کتابیں لکھیں جو اب تک پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں "تحقیق الہند" ہے جس میں البیرونی نے ہندوؤں کے مذہبی عقائد، ان کی تاریخ اور برصغیر پاک و ہند کے جغرافیائی حالات بڑی تحقیق سے لکھے ہیں۔ اس کتاب سے ہندوؤں کی تاریخ سے متعلق جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان میں بہت سی معلومات ایسی ہیں جو اور کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اس کتاب کو لکھنے میں البیرونی نے بڑی محنت کی۔ ہندو برہمن اپنا علم کسی دوسرے کو نہیں سکھاتے تھے لیکن البیرونی نے کئی سال ہندوستان میں رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور ہندوؤں کے علوم میں ایسی مہارت پیدا کی کہ برہمن تعجب کرنے لگے۔ البیرونی کی ایک مشہور کتاب "قانونِ مسعودی" ہے جو اس نے محمود کے لڑکے سلطان مسعود کے نام پر لکھی۔ یہ علم فلکیات اور ریاضی کی بڑی اہم کتاب ہے۔ اس کی وجہ سے البیرونی کو ایک عظیم سائنس دان اور ریاضی دان سمجھا جاتا ہے۔ البیرونی نے پنجاب بھر کی سیر کی اور "کتاب الہند" تالیف کی۔ علم ہیئت و ریاضی میں البیرونی کو مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے ریاضی، علم ہیئت، طبیعیات، تاریخ، تمدن، مذاہب عالم، ارضیات، کیمیا اور جغرافیہ وغیرہ پر ڈیڑھ سو سے زائد کتابیں اور مقالہ جات لکھے۔ البیرونی کے کارناموں کے پیشِ نظر چاند کے ایک دہانے کا نام "البیرونی کریٹر" رکھا گیا ہے۔ البیرونی نے تاریخ، ریاضی اور فلکیات پر کوئی سو سے زائد تصانیف چھوڑی ہیں جن میں کچھ اہم یہ ہیں:

کتاب الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ ترمیم:

یہ کتاب البیرونی نے جرجان کے حکمران شمس المعالی قابوس بن وشمگیر کے نام پر تحریر کی۔ اس کا خاص موضوع علم نجوم اور ریاضی تھا۔ لیکن اس میں بہت سے دیگر دلچسپ علمی، تاریخی اور مذہبی و فلسفیانہ باتیں بھی لکھی ہیں اور جگہ جگہ تنقیدی انداز بھی اختیار کیا ہے۔ اس طرح کتاب اس دور کے اہم تاریخی، مذہبی اور علمی مسائل کی ایک تنقیدی تاریخ بن گئی ہے۔ خوش قسمتی سے اس عظیم کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمے کی سعادت ڈاکٹر سید علی رضا نقوی کو حاصل ہوئی ہے۔

تحقیق الہند:

ہندوں پر عربی زبان میں پہلی شہرہ آفاق کتاب، جس کا پورا نام تحقیق ما للھند من مقولۃ مقبولۃ فی العقل او مرذولۃ ہے۔ یہ کتاب ہندوستان کی تاریخ، رسوم و رواج اور مذہبی روایات کے ذیل میں صدیوں سے مورخین کا ماخذ رہی ہے اور آج بھی اسے وہی اہمیت حاصل ہے۔ کتاب الہند کا

مواد حاصل کرنے کے لیے البیرونی نے سال ہا سال تک پنجاب میں مشہور ہندو مراکز کی سیاحت کی، سنسکرت جیسی مشکل زبان سیکھ کر قدیم سنسکرت ادب کا براہ راست خود مطالعہ کیا۔ پھر ہر قسم کی مذہبی، تہذیبی اور معاشرتی معلومات کو، جو اہل ہند کے بارے میں اسے حاصل ہوئیں اس کتاب میں قلم بند کر دیا۔ اس کتاب میں ہندو عقائد، رسم و رواج کا غیر جانبدرانہ اور تعصب سے پاک انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس کے ذریعے عربی دان طبقہ تک ہندومت کے عقائد و دیگر معلومات اپنے اصل مآخذ کے حوالے سے پہنچیں۔ اس کتاب کا بھی اردو زبان میں ترجمہ "تاریخ ہندوستان" ہندودھرم کی مفصل تاریخ کے نام سے ہو چکا ہے جسے ارشد بک سیلرز، میر پور آزاد کشمیر نے شائع کیا ہے۔ لیکن کتاب پر مترجم کا نام نہیں لکھا گیا ہے۔

کتاب مقالید علم الهیئه وما یحدث فی بسیط الکرہ (قانون مسعودی ترمیم)

یہ البیرونی کی سب سے ضخیم تصنیف ہے جس کا نام اس نے سلطان محمود غزنوی کے بیٹے اور اس وقت کے حکمران مسعود کے نام پر رکھا ہے۔ یہ 1030ء میں شائع ہوئی اور ان تمام کتابوں پر سبقت لے گئی جو ریاضی، نجوم، فلکیات اور سائنسی علوم کے موضوعات پر اس وقت میں لکھی جا چکی تھیں۔ اس کتاب کا علمی مقام بطلیموس کی کتاب المجسطی سے کسی طرح کم نہیں۔

آپ کی کچھ دوسری مشہور کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

کتاب استخراج الاوتار فی الدائرہ.

کتاب استیعاب الوجوہ الممکنه فی صفه الاسطرلاب.

کتاب العمل بالاسطرلاب.

کتاب التطبیق الی حرکه الشمس.

کتاب کیفیه رسوم الهند فی تعلم الحساب.

کتاب فی تحقیق منازل القمر.

کتاب جلاء الاذهان فی زیج البتانی.

کتاب الصیدله فی الطب.

کتاب رؤیه الاهله.

کتاب جدول التقویم.

کتاب مفتاح علم الهیئه.

کتاب تهذیب فصول الفرغانی.

کتاب ایضاح الادله علی کیفیه سمت القبله.

کتاب تصور امر الفجر والشفق فی جهه الشرق والغرب من الافق.

کتاب التفهیم لاوائل صناعه التنجیم.

کتاب المسائل الهندسیه.

مقاله فی تصحیح الطول والعرض لمساکن المعمورہ من الارض.

منجانب: ادارہ

❖❖❖❖

جرات وشجاعت کی داستان حضرت سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا

ڈاکٹر فیض احمد چشتی

واقعہ کربلا کے بعد، 11 محرم الحرام کو شہداء کے بے گور وکفن لاشوں سے جدا ہو کر، اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کا لٹا ہوا، اور غمزدہ قافلہ کوفہ کے لیے روانہ ہوا، جو کہ اس صوبے کا دارالخلافہ تھا۔ کربلا سے کوفہ تقریباً 70 کلومیٹر ہے۔ یہ شہر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت 17 ہجری میں اس وقت بسایا گیا، جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن فتح کیا۔ آپ کو فوج کے قیام کے لیے ایک ایسی فوجی چھاؤنی کی ضرورت تھی، جس کا صحرائی ماحول عرب کے مزاج سے موافق ہو۔ یہ شہر بالعموم سیاسی انتشار اور معاشرتی خلفشار کی آماجگاہ رہا۔ تاہم اس کی علمی مرکزیت بھی مسلم رہی، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ''دبستانِ حدیث'' نے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ کوفے کی ''مسجد حنانہ'' میں اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کے اس قافلے کو رات بسر کرنا تھی، تاکہ دن کے اُجالے میں اس قافلے کو ''دارالامارہ'' یعنی گورنر ہاؤس میں، ابن زیاد کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ یزیدی ہرکارے اور شاہی کارندے تختِ دمشق کی کامیابی کے نقارے بجا رہے تھے۔ اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی ان عظیم المرتبت شخصیات کو دربار کوفہ میں پیش کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا، جن کی عظمت وسطوت کے لیے کبھی وحی نازل ہوتی تھی۔ اس مظلوم قافلہ کی سالار حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا تھیں جن کی ولادت شعبان المعظم 5 ہجری بمطابق 626ء میں مدینہ المنورہ میں ہوئی۔ آپ سیّدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی بڑی صاحبزادی تھی۔ بوقتِ ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر سفر پر تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو حضرت علی المرتضیٰ نے بچی کا نام تجویز کرنے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توقف فرمایا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، اس بچی کا نام ''زینب'' رکھ دیں۔'' امام شعرانی نے مزید لکھا ہے کہ پھر حضرت جبرائیل نے مستقبل میں اس صاحبزادی کو پیش آنے والے مصائب سے آگاہ کیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آبدیدہ ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج بمطابق 10 ہجری، جس وقت حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک 5 سال سے کچھ زیادہ تھی، کو اپنے نانا جان کی رفاقت کی منفرد سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپ سیّدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کی

پاکیزہ اور اعلیٰ ترین آغوشِ تربیت کی پروردہ اور علم وحکمت، دین وادب، شجاعت وسخاوت اور ایمان وایقان کے پاکیزہ جواہر سے آراستہ تھیں۔ مسجد حنانہ میں جہاں مخدرات اہل بیت نبوت سیّدہ کائنات کی سب سے بڑی اور جلیل القدر صاحبزادی کی سرکردگی میں، اس مقام پر قیام فرما ہوئیں، عالمِ تصورات فقیر چودہ سو سال پیچھے چلا گیا کہ جب اسی کوفہ کو خلیفۃ المسلمین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ بنایا اور یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرمایا، تو آپ رضی اللہ عنہ کی یہ بڑی صاحبزادی عقیلۂ بنی ہاشم سیّدہ زینب جب یہاں تشریف فرما ہو رہی تھیں، تو اُن کے استقبال کے لیے از خود حضرت علی المرتضیٰ شہر سے باہر آئے تھے۔ دنیا میں بیٹیوں کو عزت واکرام اور محبت و چاہت سے مشرف کرنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیاری نواسی جس کو اپنے دونوں بھائیوں کی طرح اپنے نانا کی پشت پر سوار ہونے کا اعزاز میسر رہا اپنے والد کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا قرار تھیں۔ آپ کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کے سبب، آپؓ ''ام العزائم'' کے لقب سے معروف اور اصابتِ رائے کے پیش نظر ''شوریٰ'' کا حصہ رہتی۔ آپ کی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ از حد محبت تھی۔ کربلا کی خیمہ گاہوں میں بھی اس بہن کا خیمہ اپنے عظیم بھائی سے متصل تھا، اور یوں باہمی مشاورت کا طویل سلسلہ جاری رہتا۔ بہر حال، پھر ایسے حالات میں جبکہ بیٹی کی والدہ دنیا سے پردہ فرما گئی ہوں، تو باپ اپنی بیٹیوں کے لیے لاڈ اور چاؤ کس طرح کرتے ہیں؟ ہماری معاشرت بھی اس سے خوب آگاہ ہے۔ فقیر کو کوفہ میں خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین کے اس مختصر سے گھر اور اس میں سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے چھوٹے سے کمرے کی زیارت کا بھی شرف میسر آیا جس میں آپ نے 35 سے 40 ہجری کے دوران قیام فرمایا تھا۔ یہ گھر مسجد کوفہ سے تقریباً 200 میٹر کے فاصلے پر ہے۔ ''بیتِ علی'' اور مسجد کوفہ کے درمیان اسی ''دارالامارہ'' کوفہ کے کھنڈرات کے نشان اب بھی موجود ہیں۔ جس کی وسیع وعریض عمارت تقریباً بیس ایکڑ پر محیط تھی۔ اس عمارت کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عہد فاروقی میں بنوایا تھا۔ یزیدی دور میں یہ عمارت اہل بیت کرامؓ کے خلاف ظلم وستم کا مرکز رہی۔ یہیں پر امام عالی مقامؓ کا سرِ اقدس ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا۔ پھر اسی مقام پر ابن زیاد کا سر ایک تھال میں رکھ کر مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا، پھر مختار ثقفی کا سر اسی دارالامارہ میں مصعب بن عمیر کے سامنے پیش ہوا، اسی جگہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا سر عبدالملک کے سامنے لایا گیا۔ ابن عمیر لیثی نے سروں کی یہ داستانِ عبرت جب عبدالملک کو سنائی تو وہ خوف سے کانپ اُٹھا۔ اس نے گورنر ہاؤس کو دوسری جگہ منتقل کر کے اس منحوس عمارت کو منہدم کرنے کا حکم دے دیا۔ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی قدسی صفت ہستیاں قیدی بنا کر اسی گورنر ہاؤس میں ابن زیاد کے سامنے پیش ہوئیں۔ اسی سفر میں مختلف مقامات پر، سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کے برجستہ ارشادات اور وقیع خطبات، اس داستانِ عزیمت کا ایک مستقل باب ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: تم نے خلاصہ خانوادہ

نبوت، دین و شریعت کے منارا اور نوجوانانِ جنت کے سردار کو قتل کیا۔ نامرادو! تم نے اپنے لیے کیسا راستہ منتخب کیا! تم پر اللہ کا غضب اور عذاب ہو۔ جانتے ہو تم نے جگر رسول ﷺ کو پارہ پارہ کیا۔ تم برے کام کے مرتکب ہوئے ہو، جس کی پاداش میں آسمان ٹوٹ پڑیں، زمین پھٹ جائے، پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ آسمان تم پر خون کے آنسو روئے؟ یقیناً اُخروی عذاب سخت رسوا کرنے والا ہے اور وہاں تمہارا کوئی یارومددگار نہ ہوگا۔ اسی اندوہناک اور دلدوز واقعہ کے بعد جب اہل بیت کا یہ مظلوم قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو ضبط کے بند ٹوٹ گئے ہوں گے، لالہ و شیون سے مدینہ کے بام و در تھرا اُٹھے اور یقیناً سیدہ زینب روضہ اقدس سے لپٹ گئی ہوں گی اور اپنی مظلومیت اور بے کسی کی فریاد پیش کی ہوگی۔ ان حالات میں بھی سیدہ زینب کا مدینہ منورہ میں قیام تختِ دمشق اور شامی حکمرانوں کو گوارا نہ ہوا۔ کیونکہ اس عظیم سانحہ اور دردوز حادثہ پر پُرسہ دینے، تعزیت کرنے والوں کا تانتا باندھا رہتا۔ چنانچہ گورنر مدینہ نے پیغام بھیجا کہ آپ کا مدینہ میں مزید قیام حکمرانوں کو گوارا نہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے علاوہ کسی اور جگہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ شعبان 61 ہجری کو آپ ایک بار پھر مدینہ سے روانہ ہوئیں۔ لیکن اب کے بار آپ کا رُخ مصر کی طرف تھا اور تقریباً ایک سال کے مختصر قیام کے بعد ہی آپ 62 ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یک حسین رقم کرد دیگر زینب رضی اللہ عنہا

محترم قارئینِ کرام: مختلف مسالک کی دنیا میں یہ ایک غلط مفروضہ قائم ہو چکا ہے کہ خانوادہ اہلبیت رضی اللہ عنہم اور خاص طور پر کربلا کے شہدا اور مقتدر شخصیات کے بارے میں سب سے زیادہ علم یا عشق و محبت کسی ایک مخصوص فرقے کو یا مسلک کو حاصل ہے۔ فقیر چشتی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی اس میں کم از کم میں نے اس فرق کو کبھی محسوس نہیں کیا۔ محبت اور عشق دراصل ایک رویہ ہے لیکن اس بات سے انکار ناممکن ہے کہ دنیا بھر میں عشق اور محبت کا ایک ہی رنگ اور ایک ہی ڈھنگ ہے۔ انسانوں سے محبت سے قطع نظر اپنے رب سے بھی محبت کے کتنے ہی انداز ہیں اور فقیر کی نظر میں کوئی انداز بھی غلط نہیں۔ یہی سوچ کر فقیر ڈاکٹر فیض احمد چشتی نے اپنی استطاعت اور علمی و دینی علوم کی کمی سے واقف ہونے کے باوجود کربلا کی اس شیر دل خاتون اور ثانیِ بنت رسول علیہم السلام پر قلم اٹھانے کی جرآت کی ہے جو صرف مسلم خواتین کے لیے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کی حریت پسند خواتین کے لیے ایک مینارہ نور ہیں۔

حضرت سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی نواسی، مولا علی و حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہزادی اور جنتی نوجوانوں کے سردار حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سگی بہن ہیں۔ آپ رضی

اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں پیدا ہوئیں۔ بڑی عقل مند، دانا اور فراخ دل تھیں۔ (اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 146)

زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا آپ ہی کو کہا جاتا ہے۔ (تاریخِ مدینہ دمشق جلد 69 صفحہ 174)

نکاح اور اولاد آپ کے والد حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرتِ سیدنا عبدُ اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے آپ کا نِکاح کیا۔ ان سے آپ کے ہاں چار بیٹوں حضرت علی، حضرت عون اکبر، حضرت عباس، حضرت محمد اور ایک بیٹی حضرت اُمِّ کلثوم رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی ولادت ہوئی۔ (اسد الغابہ جلد 7 صفحہ 146)

سیّدہ زینب بنتِ علی 5 جمادی الاوّل 5 ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت علی اور حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہم کی بیٹی اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ زینب بنتِ علیؓ تاریخِ اسلام کی اہم اور محترم شخصیت ہیں۔ آپؓ کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا تھا۔ آپؓ کا نام دو الفاظ کا مجموعہ ہے زین کا مطلب زینت اور اب کا مطلب باپ یعنی زینب کے معنی باپ کی زینت۔ آپ شکل وصورت میں حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشابہ تھیں۔ آپ اسلام اور انسانیت کی تاریخ کا ایک روشن ستارہ ہیں۔

القابات

تاریخی کتابوں میں آپ کے ذکر شدہ القابات کی تعداد 61 ہے۔ ان میں سے کچھ مشہور القابات درج ذیل ہیں:

ثانی زہرا، صدیقہ صغریٰ، عقیلہ بنی ہاشم، محدثہ، نائبۃ الزہرا، فاضلہ، شریکۃ الحسین، نائبۃ الحسین، عالمہ غیر معلمہ۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ کو دیکھتے ہیں تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ایک فرد نہیں بلکہ اپنے مقدس وجود میں ایک عظیم کائنات سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایک ایسی عظیم کائنات جس میں عقل وشعور کی شمعیں اپنی مقدس کرنوں سے کاشانہ انسانیت کے در و بام کو روشن کئے ہوئے ہیں اور جس کے مینار عظمت پر کردار سازی کا ایسا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا ہے کہ بی بی زینب کے مقدس وجود میں دنیائے بشریت کی وہ تمام عظمتیں اور پاکیزہ رفعتیں سمٹ کر ایک مشعل راہ بن جاتیں ہیں۔

عورتوں کی فطری ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور بنی آدم علیہ السلام کو حقیقت کی پاکیزہ راہ دکھانے میں جہاں مریم و آسیہ و ہاجرہ و خدیجہ و عائشہ اور طیبہ و طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن جیسی عظیم شخصیات اپنے مقدس کردار کی روشنی میں ہمیشہ جبین تاریخ کی زینت بن کر نمونہ عمل ہیں وہاں جناب زینب سلام اللہ بھی اپنے عظیم باپ کی زینت بنکر انقلاب کربلا کا پرچم اٹھائے ہوئے آواز حق و باطل، سچ اور جھوٹ، ایمان و کفر اور عدل وظلم کے درمیان حد فاصل کے طور پر پہچانی جاتی ہیں۔

آغاز میں ہی ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں جو عام مسلمانوں نے شاید جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ کی تینوں صاحبزادیوں کا نام

زینب ہی تھا جو دراصل "ز-ین اب" یعنی والد کی زینت اور فخر ہے۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کربلا کی سرزمین پر وہ مقام حاصل کیا جس کی سرحدیں دائرہ امکان میں آنے والے ہر کمال سے آگے نکل گئیں اور حضرت زینب کی شخصیت تاریخ بشریت کی کردار ساز ہستیوں میں ایک عظیم اور منفرد مثال بن گئیں۔

سیدہ زینب کی ولادت اور سرکار دو عالم ﷺ کی سرشاری:

حضرت زینب سلام اللہ علیہا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی تھیں۔ وہ 5 جمادی الاول 6 ھجری کو مدینہ میں پیدا ہوئیں۔

سیدہ سلام اللہ علیہا کی پیدائش پر پورے مدینہ میں سرور و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر میں ان کی عزیز بیٹی حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی آغوش میں ایک چاند کا ٹکڑا اتر آیا تھا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیٹی کو آغوش میں لیا ایک کان میں اذان اور ایک میں اقامت کہی اور دیر تک سینے سے لگائے ٹہلتے رہے۔

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نواسی کا نام منتخب فرمائیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا ہمیشہ سے یہ معمول تھا کہ جب بھی کہیں جاتے تو اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کو سلام کر کے رخصت ہوتے تھے اور جب بھی کہیں سے واپس ہوتے تو سب سے پہلے سیدہ سلام اللہ علیہا کو آ کر سلام کرتے اور بیٹی سے ملاقات کے بعد کہیں اور جاتے تھے۔ حسب معمول جیسے ہی سفر سے واپس تشریف لائے سب سے پہلے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں داخل ہوئے تو اہل خانہ نے نومولود کی مبارک باد پیش کی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیٹی کو ماں کی آغوش سے لے کر نانا کی آغوش میں دے دیا۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار کیا اور کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا: خدا نے اس بچی کا نام "زینب" منتخب کیا ہے۔

حضور اقدس نے جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو اپنے سینہ اقدس سے لگا لیا اور اپنا رخسار مبارک زینب بنت علی سلام اللہ علیہا کے رخسار مبارک پر رکھا تو آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ زینب پر آنے والے مصائب سے آگاہ تھے۔

نشوونما:

سیدہ زینبؓ کا بچپن فضیلتوں کے ایسے پاکیزہ ماحول میں گذرا جو اپنی تمام جہتوں سے کمالات میں گھرا ہوا تھا جس کی طفولیت پر نبوت و امامت کا سایہ ہر وقت موجود تھا اور اس پر ہر سمت نورانی اقدار محیط تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی روحانی عنایتوں سے نوازا اور اپنے اخلاق کریمہ سے زینبؓ کی فکری تربیت کی بنیادیں

مضبوط و مستحکم کیں۔

نبوت کے بعد امامت کے وارث مولائے کائنات نے انھیں علم وحکمت کی غذا سے سیر کیا، عصمت کبریٰ فاطمہ زہراءؑ نے انہیں ایسی فضیلتوں اور کمالات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ جناب زینبؑ تطہیر وتزکیہ نفس کی تصویر بن گئیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ حسنین کریمین نے انھیں بچپن ہی سے اپنی شفقت آمیز ہم عصری کا شرف بخشا جو زینب سلام اللہ علیہا کے پاکیزہ تربیت کی وہ پختہ بنیادیں بنیں جن سے اس مخدومہ اعلیٰ کا عہد طفولیت ایک روشن مثال بن گیا۔

شعوری اور فکری تربیت:

فضیلتوں اور کرامتوں سے معمور گھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مانند عظیم ہستیوں کے دامن میں زندگی بسر کرنے والی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا وجود تاریخ بشریت کا ایک غیر معمولی کردار بن گیا ہے کیونکہ اپنی بے مثل ذکاوت سے کام اور علم و معرفت کی کرنیں سمیٹ کر وہ خود اخلاق و کمالات کی درخشاں قندیل بن گئیں۔

جب بھی ہم جناب زینب سلام اللہ علیہا کی تاریخ حیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے معنوی کمالات کی تجلیاں، جو زندگی کے مختلف شعبوں پر محیط نظر آتی ہیں، آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں۔ چاہے وہ اپنی ماں کی آغوش میں ہنستی اور مسکراتی تین چار ماہ کی ایک معصوم بچی ہو۔ چاہے وہ کوفہ میں خلیفہ وقت کی بیٹی کی حیثیت سے خواتین اسلام کے درمیان اپنے علمی دروس کے ذریعہ علم و معرفت کے موتی نچھاور کرنے والی ہو یا کربلا کے خون آشام معرکے میں اپنے بھائی امام حسین کے ساتھ شریک و پشت پناہ، فاتح کوفہ و شام ہو، ہر جگہ اور ہر منزل میں اپنے وجود اور اپنے زریں کردار و عمل کے لحاظ سے منفرد اور لاثانی نظر آتی ہے۔

روایت کے مطابق حضرت زینب سلام اللہ علیہا ابھی چار سال کی بھی نہیں ہوئی تھیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ایک ضرورتمند کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے اپنے مہمان کے لئے کھانے کی فرمائش کی، انہوں نے عرض کی یا ابا الحسن! اس وقت گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے صرف مختصر سی غذا ہے جو میں نے زینب سلام اللہ علیہا کے لئے رکھ چھوڑی ہے۔ یہ سن کر بیٹی زینب سلام اللہ علیہا نے مسکراتے ہوئے

کہا: مادر گرامی، میرا کھانا بابا کے مہمان کو کھلا دیجئے، میں بعد میں کھالوں گی۔ یہ سن کر ماں نے بیٹی کو سینے سے لگالیا اور باپ کی آنکھوں میں مسرت و فرحت کی کرنیں بکھر گئیں اور فرمایا: ''تم واقعتاً زینب ہو''۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو بھی بچپن میں ہی اپنے نانا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ رحمت اور پھر چند ہی ماہ بعد اپنی عظیم ماں کی مادرانہ شفقت سے محروم ہونا پڑا لیکن زمانے کے ان حادثوں نے مستقبل کے عظیم فرائض کی ادائیگی کے لئے پانچ سالہ زینب کے حوصلوں کو اور زیادہ قوی و مستحکم کر دیا۔

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی رحلت کے بعد تمام خانگی امور کے علاوہ خواتین اسلام کی تہذیب و تربیت کی ذمہ داریوں کو اس طرح اپنے کاندھوں پر سنبھال لیا کہ تاریخ آپ کو ''ثانی زہراء'' اور ''عقیلہ بنی ہاشم'' جیسے خطاب عطا کرنے پر مجبور ہوگئی۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے نبوت و امامت کے بوستان علم و دانش سے معرفت و حکمت کے پھول اس طرح اپنے دامن میں سمیٹ لئے تھے کہ آپ نے احادیث کی روایت اور تفسیر قرآن کے لئے مدینہ اور اس کے بعد اپنے والد گرامی حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں کوفہ کے اندر، باقاعدہ مدرسہ کھول رکھا تھا جہاں خواتین کی ایک بڑی تعداد اسلامی علوم و معارف کی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے زمانے کی عورتوں کے لئے تعلیم و تربیت کا ایک وسیع دستر خوان بچھا رکھا تھا جہاں بہت سی خواتین آئیں اور اعلی علمی و عملی مراتب پر فائز ہوگئیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بچپن فضیلتوں کے ایسے پاکیزہ ماحول میں گزرا جو اپنی تمام جہتوں سے کمالات میں گھرا ہوا تھا جس کی طفولیت پر نبوت و امامت کا سایہ ہر وقت موجود تھا اور اس پر ہر سمت نورانی اقدار محیط تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی روحانی عنایتوں سے نوازا اور اپنے اخلاق کریمہ سے فکری تربیت کی بنیادیں مضبوط و مستحکم کیں۔

نبوت کے بعد امامت کے وارث مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں علم و حکمت سے سیر کیا۔ عصمت کبریٰ سیدۃ فاطمہ زہرا نے انہیں ایسی فضیلتوں اور کمالات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ سیدہ زینب تطہیر و تزکیہ نفس کی تصویر بن گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حسنین کریمین نے انہیں بچپن سے ہی اپنی شفقت آمیز ہم عصری کا شرف بخشا جو سیدہ زینبؓ کی پاکیزہ تربیت کی وہ بنیادیں بنیں جن سے ان کا عہد طفولیت ایک روشن مثال بن گیا۔

حضرت علی کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار کے فرزند حضرت عبداللہ سے آپ کی شادی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ عرب کے مشہور جواد و کریم اور حضرت علیؓ کے جان نثار تھے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہم کی جو اولاد ہوئی ان کے نام یہ ہیں علی، عون، اکبر، عباس، اُم کلثوم، جعفر اکبر اور محمد۔ جن میں سے عون اور محمد کربلا میں امام حسین کے ہمراہ شہید ہو

گئے۔

معرکۂ کربلا میں شرکت میدانِ کربلا میں آپ اپنے دوشہزادوں حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ تشریف لائیں، دونوں شہزادوں نے دورانِ جنگ بہادری کے خوب جوہر دکھائے، بالآخر ظالم یزیدیوں کو تہِ تیغ کرتے ہوئے شہادت کا جام نوش کر گئے۔(سوانح کربلا صفحہ نمبر 127، چشتی)

صبر واستقامت سے کام لیتے ہوئے رضائے الٰہی پر راضی رہنا انتہائی اعلیٰ صفات ہیں۔صبر کرنے سے اللہ پاک کی خاص مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے۔حضرت سیدتنا بی بی زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا نے کربلا کے قیامت نما سانحہ میں اپنے بیٹے، بھتیجے حتّٰی کہ جان سے عزیز بھائی امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم شہید ہوتے دیکھے لیکن اس کے باوجود ایک لمحے کے لیے بھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور آپ کے پائے استقامت میں ذرہ برابر بھی لرزش نہیں آئی، گویا آپ صبر کا پہاڑ تھیں جنہیں درد وغم کا کوئی بھی طوفان ان کی جگہ سے ہٹا نہیں پایا۔

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلبیت
(ذوقِ نعت صفحہ 73)

مشکل وقت میں ان پاک ہستیوں کے مصائب یاد کرنے سے بھی صبر کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ایک مرتبہ ایک یزیدی نے کربلا کی ظاہری برتری کو اپنی فتح کی دلیل بناتے ہوئے طنز کا زہریلا تیر چلایا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اسے منہ توڑ جواب دیا۔پھر اللہ پاک کے انعامات پر یوں حمد بجالائیں: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہمیں عزت بخشی اور ہمیں خوب ستھرا کیا۔(الکامل فی التاریخ، ج3، ص435،)

امامِ عالی مقام امامِ حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے دو روز بعد اسیرانِ کربلا کو کوفہ لے جایا گیا۔کوفہ سے واپسی پر جب ان کا گزر میدانِ کربلا سے ہوا تو وہاں شہداء کے خون سے لت پت مبارک جسم دیکھ کر عزت مآب خواتینِ اہلِ بیت کے دل بیتاب ہوگئے۔دل کا درد ضبط نہ ہوسکا، حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا نے اس موقع پر بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر آسمان کے فرشتوں کا درود ہو، دیکھئے! یہ حسین میدان میں لیٹے ہوئے ہیں، خون میں لت پت ہیں، ان کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہیں، آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کردی گئی ہے اور ہوا ان پر خاک اڑا رہی ہے۔(الکامل فی التاریخ، ج3، ص434)

اہلِ بیتِ اَطہار کی محبت کا دم بھرنے والو! مشکل گھڑی آن پڑے تو ان پاکیزہ نفوس کی پیروی میں آپ بھی بارگاہِ رسالت میں استغاثہ پیش کیا کیجئے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں اور اللہ پاک چاہے تو اس کی برکت سے مشکلات بھی حل ہوجاتی ہیں۔

واللہ وہ سُن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

(حدائق بخشش، صفحہ 143)

واقعہ کربلا کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا دمشق میں اہلِ بیتؓ کے ساتھ رہیں۔ استقامت، جرأت، ایثار، جہاد اور حمایت دین کا جو مظاہرہ آپؓ نے فرمایا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ان کا حضرت امام حسینؓ کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا تک کا سفر غیر معمولی کارنامہ ہے۔ دس (10) محرم الحرام کو امام حسینؓ کے شہید ہو جانے پر یتیموں، بیواؤں اور بچوں کی نگہبانی کی۔ جوانانِ اہل بیتؓ کی دردناک شہادت پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ لٹے ہوئے قافلے کے اسیر ہو کر کوفہ جانے کے دوران سب کی حفاظت کرنا اور ہمت بندھانا، کوفہ میں ان کی لاجواب تقاریر، ابن زیاد کی گستاخیوں کا جواب دینا، اس کے بعد شام کا سفر، شام کے بازار اور یزید ملعون کے دربار میں اپنی حقانیت کا اعلان کرنا، فصیح و بلیغ خطبے اور برجستہ جوابات، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علیؓ خطبہ دے رہے ہیں، امام زین العابدین کو ابن زیاد کے بے رحم ہاتھوں سے زندہ بچالانا آپ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے اہم کارنامے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین ابن علی کے مقصد میں بھرپور ساتھ دیا اور شریکۃ الحسین کہلائیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک بلند مقام سے جنگ دیکھ رہی تھیں جو آج بھی ''تیلہ زینبیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت زین العابدینؓ کو اور باقی تمام عورتوں اور بچوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ فوج یزید قتلِ عام کے بعد آگے بڑھی اور اہلِ بیت کے تمام خیموں کو آگ لگا دی۔ نواسیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تپتے ہوئے صحرا میں لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ اکیلی رہ گئیں۔ تمام عورتوں اور بچوں کی ڈھارس بندھائی جبکہ اپنا سینہ دکھوں اور غموں سے نڈھال تھا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا کے دلیرانہ خطبات نے یزید کی ناپاک حکومت کے ستون ہلا کر رکھ دیے اور اس کو دین اور دنیا میں قیامت تک کے لیے ذلیل کر دیا۔ یزید کی محفل میں جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نظر اپنے بھائی امام عالی مقامؓ کے سر مبارک پر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہا نے غمناک آواز میں فریاد کی جس سے تمام درباریوں کے دل دہل گئے۔

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یکے حسینؓ رقم کرد دیگرے زینب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہادت پا کر کربلا میں تاریخ رقم کی اور پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے

کربلا سے دمشق تک کے سفر میں جابجا تقاریر کر کے اور تمام یتیموں اور بیواؤں کا خیال رکھ کر تاریخ رقم کی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر شہید کرنے والوں کو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بد دعا:

شیعوں کا مشہور محقق ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی لکھتا ہے:

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے کوفہ والو! اے مکار و خیانت کارو! اے بے غیرت لوگو! خدا کرے تمھاری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکے اور تمھارے نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو۔ کیا تم میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کے لیے رو رہے ہو۔ روؤ کہ تم اسی لائق ہو، ضرور تم روؤ زیادہ کہ تمہارے دامن پر ذلت کی گرد بیٹھ چکی ہے۔ یہ بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر ہمیشہ رہے گا اسے ہرگز نہ چھڑا سکو گے۔ (احتجاج طبرسی جلد سوم و چہارم صفحہ نمبر 68 مترجم اردو مطبوعہ ادارہ تحفظ حسینیت لاہور پاکستان)، (صحیفہ کربلا صفحہ نمبر 388 علی نظر منفرد مترجم نثار احمد زین پوری)

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے کوفہ والوں کا جن کا تعلق عبداللہ بن سبا سے تھا اور جو منافقت کر کے حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما اور اب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر گئے۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بد دعا کا آج بھی اثر دیکھا جا سکتا ہے۔ ہر طرف آپ کو آج بھی وہ لوگ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر روتے اور ماتم کرتے ہوئے نظر آئینگے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے دلیرانہ خطبات نے یزید کی ناپاک حکومت کے ستون ہلا کر رکھ دیے اور اس کو دین اور دنیا میں قیامت تک کے لیے ذلیل کر دیا۔ یزید کی محفل میں جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نظر اپنے بھائی امام عالی مقامؓ کے سر مبارک پر پڑی تو آپ رضی اللہ عنہا نے غمناک آواز میں فریاد کی جس سے تمام درباریوں کے دل دہل گئے۔ آپؓ نے فرمایا:

اے حسین، اے محبوب خدا، اے مکہ و منیٰ کے بیٹے، اے فاطمہ زہرا سیدۃ النساء کے بیٹے، اے محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے بیٹے!

راوی اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خدا کی قسم! بی بی زینب رضی اللہ عنہا کی آواز سے تمام لوگ رونے لگے جو یزید ملعون کے دربار میں موجود تھے اور یزید اس طرح خاموش بیٹھا تھا گویا اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ یزید ملعون نے لکڑی لانے کا حکم دیا پھر یزید ملعون نے اس لکڑی کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں اور دندان مبارک پر لگایا۔ ابو بردہ اسلمی (جو صحابیِ رسولؐ تھے) نے یزید ملعون کو مخاطب کر کے کہا۔ اے یزید! کیا تو اس چھڑی کو فرزندِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دندان مبارک پر مار رہا ہے، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے تم دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہو، جو تمہیں قتل کرے اسے خدا غارت کرے اور اس پر لعنت کرے اور اس کے لیے جہنم کو تیار کرے۔ اور

وہ بہت بری جگہ ہے۔ یزید ملعون غصے میں چیخنے لگا اور حکم دیا کہ ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو باہر نکال دو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے رہا نہ گیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر طویل خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی پاکیزہ اہلِ بیت پر۔ امابعد بلآخر ان لوگوں کا انجام برا ہے جنہوں نے اپنے دامن حیات کو برائیوں سے داغدار کرکے اپنے خدا کی آیات کی تکذیب کی اور آیاتِ پروردگار کا مذاق اڑایا۔ اے یزید کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر در بدر پھرانے سے تو خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہوا اور ہم رسوا ہوئے ہیں؟ کیا ہم تیرے خیال میں مظلوم ہو کر ذلیل ہوگئے اور تو ظالم بن کر سر بلند ہوا ہے؟ کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں تجھے شان و مقام حاصل ہو گیا ہے؟ آج اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں سرمست ہے۔ مسرت و شادمانی سے سرشار ہو کر اپنے غالب ہونے پر اترا رہا ہے اور خلافت کے ہمارے مسلمہ حقوق کو غصب کر کے خوشی و سرور کا جشن منانے میں مشغول ہے۔ اپنی غلط سوچ پر مغرور نہ ہو اور ہوش کی سانس لے، کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا ہے ”حق کا انکار کرنے والے یہ نہ سمجھیں کہ ہم جو انہیں مہلت دیتے ہیں یہ ان کے حق میں بھلائی ہے۔ ہم انہیں مہلت اس لیے دیتے ہیں کہ وہ گناہ میں زیادتی کریں اور ان کے لیے خوار کرنے والا عذاب ہے۔

> **بے پناہ مصائب نے شہزادی زینب کے دل و جگر کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ مدینہ منورہ میں دل نہ لگا تو دمشق تشریف لے گئیں اور وہاں پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی 62ھ میں انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور یوں یتیمانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی سرپرست، شہدائے کربلا کی یادگار اور دشمنوں کو عذابِ خدا سے ڈرانے والی بے مثال خطیبہ اپنے محبوب اور مظلوم بھائی سے جنت الفردوس میں جا ملیں۔**

آپ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا:

اے یزید! کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی مستورات اور لونڈیوں کو چار دیواری کا تحفظ فراہم کر کے پردے میں بٹھا رکھا ہے جبکہ رسولؐ زادیوں کو سر برہنہ در بدر پھرا رہا ہے۔ تو نے عصمت کی چادریں لوٹ لیں اور ان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا۔ تیرے حکم پر رسولؐ زادیوں کو بے نقاب کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔

اے یزید یاد رکھ کہ خدا آلِ رسول کا تجھ سے انتقام لے کر ان مظلوموں کا حق انہیں دلائے گا اور انہیں امن و سکون کی نعمت سے مالا مال کر دے گا اور خدا کا فرمان ہے ”اور جو لوگ

اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں رب کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔" افسوس تو اس بات پر ہے کہ شیطان کے ہمنوا اور بدنام لوگوں نے رحمان کے سپاہیوں اور پاکباز لوگوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور ابھی تک اس شیطانی ٹولے کے ہاتھوں سے ہمارے پاک خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور صحرا کے بھیڑیے پاکباز شہیدوں کی مظلوم لاشوں کے ارد گرد گھوم رہے ہیں اور جنگل کے نجس درندے ان پاکیزہ جسموں کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ تو (یزید) جتنا چاہے مکروفریب کرلے اور بھرپور کوشش کر کے دیکھ مگر تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تُو نہ تو ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وحی الٰہی کے پاکیزہ آثار محو کر سکتا ہے۔ تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دے کہ ظاہر سازی کے ذریعے ہماری شان و منزلت کو پالے گا۔ تو نے جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا بدنما داغ اپنے دامن سے نہیں دھو پائے گا۔ تیرا نظریہ نہایت کمزور اور گھٹیا ہے۔ تیری حکومت کے گنتی کے چند دن باقی ہیں۔ تیرے سب ساتھی تیرا ساتھ چھوڑ جائیں گے اور تیرے پاس اس دن حسرت و پریشانی کے سوا کچھ نہیں بچے گا جب منادی ندا کرے گا کہ ظلم و ستم گر لوگوں کے لیے خدا کی لعنت ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا خطبہ سن کر یزید سکتے میں آ گیا اور اس کو خطرہ ہوا کہ کہیں لوگ خاندانِ رسالت کی حمایت میں میرے خلاف نہ اُٹھ کھڑے ہوں۔ اس نے قافلے کو فوراً واپس مدینہ بھیجنا مناسب سمجھا اور حضرت نعمان بن بشیر انصاری کی زیرِ حفاظت قافلہ اہل بیت کو مدینہ روانہ کیا۔ واپس آ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر تشریف لائیں تو یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری ہو گئے:

اے میرے مقدس نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کے فرزند اور اپنے بھائی حسین کی شہادت کی خبر لائی ہوں۔ آپ کی اولاد کو رسیوں سے باندھ کر بے پردہ کوفہ اور دمشق کی گلیوں میں پھرایا گیا۔" پھر آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت بی بی فاطمہ کی قبر پر تشریف لائیں اور کربلا کا تمام حال ایسے دردناک الفاظ میں بیان کیا اور اتنی گریہ و زاری کی کہ پتھروں کا کلیجہ بھی چھلنی ہو جائے۔

بے پناہ مصائب نے شہزادی زینب کے دل و جگر کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ مدینہ منورہ میں دل نہ لگا تو دمشق تشریف لے گئیں اور وہاں پہنچنے کے تھوڑے عرصے بعد ہی 62ھ میں انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور یوں یتیمانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی سرپرست، شہدائے کربلا کی یادگار اور دشمنوں کو عذاب خدا سے ڈرانے والی بے مثال خطیبہ اپنے محبوب اور مظلوم بھائی سے جنت الفردوس میں جا ملیں۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جیسی جرأت، حوصلہ اور عزم عطا فرمائے اور وہ تمام لوگ خاص کر خواتین جو مشکلات میں گھبرا کر گلہ گوئی شروع کر دیتی ہیں اور پریشانی کے عالم میں ناامید ہو کر توکل کا دامن چھوڑ دیتی ہیں، ان سب کے لیے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شخصیت و کردار اور حیات طیبہ میں رہنمائی ہے۔ آمین یارب العالمین۔

❖❖❖

کھانا سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا و ایصال ثواب

ڈاکٹر فیض احمد چشتی

قسط: ۲

گذشتہ سے پیوستہ

قرآن حکیم پہلے حکم فرماتا ہے کہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا مگر گنگوہی صاحب اسے بدعت کہتے ہیں اور پھر قرآن حکیم اپنے حکم پر عمل نہ کرنے والوں سے پوچھتا ہے کہ تم اس میں سے کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اور اگر تم اسے بھی حرام سمجھتے ہو تو تمہارا سمجھنا باطل اور وہم ہے کیونکہ حرام کا ذکر تو تفصیلاً ہو چکا۔

اگر یہ عمل بھی حرام ہوتا تو حرام کردہ چیزوں میں ضرور بیان ہوتا پھر فرمایا

یہ صرف تمہارا وہم باطل ہی نہیں بلکہ تمہاری خواہش نفسانی ہے جس سے تم لوگوں کو ایسے فتوے دیکر گمراہ کرتے ہو، اور پھر ساری زندگی کی پڑھائی لکھائی پر پانی پھیرتے ہوئے فرمایا "بغیر علم"

ایسا اس لئے ہوا کیونکہ تم جاہل ہو اور پھر ساتھ ہی فرمایا کہ چند کتابیں پڑھ لینے سے تم عالم نہیں بنے بلکہ اس پڑھائی کے بل بوتے پر جو تم لوگوں کو گمراہ کر رہے ہو تو تم حدیں پھلانگ رہے ہو تب ہی تو فرمایا: بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

اسی لئے شیخ الحدیث محمد عبدالرشید صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "یعنی جس پاکیزہ چیز پر بھی اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اسے کھانا جائز ہے لہذا تیجا، ساتا، دسواں، چالیسواں، سالانہ، گیارہویں شریف، بارہویں شریف، شب برأت وغیرہا کے کھانے جائز ہوئے کیونکہ ان کھانوں پر قرآن شریف، درود شریف، ذکر و اذکار پڑھے جاتے ہیں جو انہیں حرام سمجھے وہ شریعت پر زیادتی کرتا ہے۔ (رشد الایمان صفحہ ۱۹۷ مطبوعہ مکتبہ رشد الایمان سمندری)

اس کے علاوہ سائل کے ان الفاظ پر بھی غور ہو کہ یہ طریقہ بزرگان سلف سے چلا آتا ہے۔

مگر گنگوہی صاحب ہیں کہ بنا اس بات کا رد کئے بدعت کا فتویٰ داغ رہے ہیں اب اس فتوے کی زد میں کون کون سے بزرگ آتے ہیں یہ آگے چل کر عرض کروں گا۔

سوال میں ایک بات اور قابل غور ہے کہ بقول سائل یہ طریقہ فتاویٰ عزیزی میں مذکور ہے مگر اس کے باوجود بھی گنگوہی صاحب کا قلم بدعت لکھے بغیر رہ نہ سکا اور یوں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسی علمی شخصیت کے سر بدعت کا تاج سجا دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ

فتاوٰی رشیدیہ میں پوچھے گئے سوال میں سائل کے سوال میں دوسری بات "یہ طریقہ بزرگان سلف سے چلا آتا ہے" پر کلام ان شاء اللہ آگے چل کر کریں گے۔

فی الحال سائل کے سوال میں فتاوٰی عزیزی کے حوالے پر کلام پیش خدمت ہے!

گنگوہی صاحب نے جس شخصیت کے فتاوٰی عزیزی کا حوالہ آجانے پر بھی بے دھڑک بدعت کا فتوٰی صادر کیا یہ وہی شخصیت ہیں جن کے مدّاح خود علماء دیوبند بھی ہیں۔

دیوبندی مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں: "حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے علم وفضل وتقوٰی میں کسی کو کلام کی گنجائش نہیں"۔

اس کے بعد اگلے سوال کے جواب میں حضرت شاہ صاحب کو علماء کبار واولیائے کرام میں سے لکھا ہے۔

(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند جلد 18 صفحہ 581 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

دیوبندی شیخ الحدیث مولوی سرفراز خان صفدر گکھڑوی لکھتے ہیں:

"بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو اپنا روحانی پدر تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں"۔

آگے لکھتے ہیں: "بلاشک دیوبندی حضرات کیلئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے"

(اتمام البرھان فی ردّ توضیح البیان حصّہ اول صفحہ نمبر 138 مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ، چشتی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی علماء دیوبند کے قلم سے اس قدر تعریف کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ شاہ صاحب کی شخصیت اور ان کی تصانیف کا علماء دیوبند کے ہاں کیا مقام ہے۔ اور بقول سرفراز صفدر صاحب کے شاہ صاحب کا فیصلہ دیوبندی حضرات کیلئے حکم آخر ہے۔ (حوالہ پہلے گزر چکا)

لطف کی بات یہ ہے کہ خود گنگوہی صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے جو نظریہ رکھتے ہیں وہ قابل غور ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "بندہ خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد ہے گو ان کے عقائد کو حق اور تحقیقات کو صحیح جانتا ہے"۔

پھر آگے شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کی تفسیر کا ذکر ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ صفحہ 58 مطبوعہ ادارۂ صدائے دیوبند)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی علماء دیوبند کے قلم سے اس قدر تعریف کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ شاہ صاحب کی شخصیت اور ان کی تصانیف کا علماء دیوبند کے ہاں کیا مقام ہے۔ اور بقول سرفراز صفدر صاحب کے شاہ صاحب کا فیصلہ دیوبندی حضرات کیلئے حکم آخر ہے۔ (حوالہ پہلے گزر چکا)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ علیہ کا فیصلہ:

اب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ علیہ کا فیصلہ ملاحظہ ہو: ایک سوال کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں: "جواب:- جس کھانے کا ثواب حضرت امامینؓ کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ وقل درود پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہوجاتا ہے اس کا کھانا بہت خوب ہے"۔ (فتاوے عزیزی صفحہ 189 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

لیجئے محترم قارئین: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ علیہ اس کھانے جس پر صرف فاتحہ ہی نہیں بلکہ قل اور درود بھی پڑھا جائے کو برکت والا کھانا کہہ رہے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ اسے کھانے کو خوب کہہ کر یہ واضح کیا جارہا ہے کہ اس کا تعلق کسی بدعت یا ناجائز امر سے قطعاً نہیں۔

اب غیرت کا تقاضا تو یہ ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے اکابر کے قلم سے نکلے ہوئے جملوں کا پاس رکھیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیصلے کو حرف آخر سمجھتے ہوئے اس جائز عمل کو بدعت و ناجائز کہنا چھوڑ دیں اور نہ صرف یہ بلکہ خود اس پر عمل کر کے بھی دکھائیں تاکہ ہمیں یقین واثق ہوجائے کہ دیوبندی حضرات کو اپنے اکابر کے قلم سے نکلے ہوئے لفظوں کی غیرت اور پاس ہے اور یہ حضرات واقعی حضرت شاہ صاحب کے فیصلے کو حکم آخر سمجھتے ہیں! (فافہم) وگرنہ روحانی باپ اور باپ بھی وہ جس پر بقول سرفراز صفدر دیوبندیوں کو فخر ہے کی نافرمانی کا سہرا علماء دیوبند کے سر ماتھے ہوگا۔

❖❖❖

72 حوریں: چند تنقیدی باتیں

علامہ محمد عبداللہ شارق

mitmultan@gmail.com

ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی کا مضمون 72 حوریں ابھی ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور کے تازہ شمارہ میں پڑھا، انہوں نے ابن قیم اور کچھ دیگر علماء کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ 72 حوروں والی حدیث ضعیف ہے، صحیح احادیث میں صرف دو حوروں کا ذکر آیا ہے اور یہ کہ جو لوگ ضعیف و موضوع احادیث اپنے بیانات میں نقل کرتے ہیں، وہ دین کی کوئی خدمت نہیں کر رہے، بلکہ اس کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ بدنامی کی بنیاد یہ بتائی گئی کہ حال ہی میں اس نام سے ایک فلم ریلیز کی گئی جس میں اسلام کو بدنام کیا گیا۔ نیز ان کی گفتگو سے محسوس ہوا کہ شاید حوروں کی ہیئت اور قد و قامت وغیرہ کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس مضمون پر چند تنقیدی باتیں لکھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

پہلی بات ابن قیم کے حوالہ سے ہے، ابن قیم کے حوالہ سے انہوں نے ایک ادھوری بات نقل کی، ابن قیم نے بے شک اپنی کتاب حادی الارواح میں یہ لکھا کہ صحیح احادیث میں صرف دو حوروں کا ذکر ہے، مگر انہی ابن قیم نے بعض دیگر مضبوط قرائن کی بنیاد پر یہ بھی لکھا کہ "لاریب ان للمؤمن فی الجنۃ أکثر من اثنتین" یعنی یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ مومن کو جنت میں دو سے زیادہ حوریں حاصل ہوں گی۔ ہم نے اپنی کتاب "حوران بہشتی کا صحیح مصداق" میں ایک تفصیلی جائزہ پیش کر کے واضح کیا ہے کہ جس حدیث میں صرف دو حوروں کا ذکر ہے، اس سے مراد مکمل حوروں کی تعداد نہیں، بلکہ چند ایسی خاص صفات کی حامل حوروں کی تعداد ہے جن کا ذکر اسی دو حوروں والی حدیث میں ہی موجود ہے۔

دوسری بات یہ کہ جس حدیث کو وہ ضعیف کہہ رہے ہیں، وہ سب محدثین کے نزدیک ضعیف نہیں، امام ترمذی نے ایسی ایک حدیث کو صحیح لکھا ہے، اس بات کا ذکر بھی ہماری کتاب میں موجود ہے۔

تیسری بات یہ عرض کریں گے کہ اغیار کا کسی بھی موضوع پر کوئی فلم بنا دینا اس بات کی کوئی بنیاد نہیں کہ اب ہم اس موضوع کے حوالہ سے معذرت خواہی کا رویہ اختیار کر لیں، انہیں صرف ہماری احادیث پر ہی نہیں، کلمہ و ایمان پر بھی اشکال ہے تو کیا محض اس وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ کلمہ و ایمان بھی اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

(بقیہ صفحہ 35 پر)

فرقہ بندی

مرشد کمال

حضرت جبریل امینؑ کی وساطت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بھیجا ہوا دین مبین جسے مکمل کر دینے کا اعلان ہو چکا ہو اور جس کے بارے میں قرآن کا یہ اصرار اور تنبیہ کہ اس میں رتی بھر بھی اضافے یا ردوبدل کی کوئی گنجائش موجود نہیں، ہاں غور و فکر کے دروازے ضرور کھلے رکھے گئے ہیں۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہماری مذہبی قیادتیں، ہمارے دینی ادارے اور ہماری ملی تنظیمیں اسلام کے بجائے اپنے اپنے مسلکوں کی ترویج و اشاعت کے ذریعہ قرآن کی صریح خلاف ورزی میں ملوث ہیں۔ دین کی خدمت کے نام پر بے دین رواجوں اور قرآن کے مقابلے انسانی ذہنوں کی اختراع کو جو تقدیس حاصل ہوگئی ہے تو آخر اس کا جواز کیا ہے؟ فتویٰ سازی کی صنعت جس تیزی سے پھل پھول رہی ہے اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو جس طرح بے دین اور کافر قرار دینے میں ذرا بھی شرم و حیا کا مظاہرہ نہیں کرتا تو اس کی بنیاد کیا ہے اور اس کی اجازت ان کو کہاں سے حاصل ہوگئی۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم خود سے سوال کریں! اور نام نہاد مولویوں سے اسلام سیکھنے کے بجائے راست قرآن و سنت سے اکتساب کریں کہ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے اور یہ اُمت انتشار در انتشار کا شکار ہوتی جاتی ہے۔

اگر آپ خود کو شیعہ یا سُنی کہلوانا پسند کرتے ہیں تو یقین جانیے کہ پھر آپ کا اُس قرآن سے کوئی تعلق نہیں جو اہل ایمان کو یا 'ایها المسلمون' اور 'یا ایها المومنون' سے مخاطب کرتا ہے۔ اگر آپ دیوبندی یا بریلوی ہیں تو بھی قرآن میں آپ کے لیے کوئی گنجائش موجود نہیں کہ قرآن کے صفحات آپ کے ذکر سے بھی خالی ہیں۔ اگر آپ کا تعلق اہل حدیث، یا جماعت اسلامی یا اس طرح کے کسی دیگر خود ساختہ فرقے سے پایا جاتا ہے تو یہ بھی قرآن کی مطلوبہ جماعتیں نہیں ہیں۔ مقلد اور غیر مقلد کی اصطلاح بھی قرآن کی نظر میں ایک اجنبی اصطلاح سمجھی جاتی ہے۔

قرآن تو رنگ و نسل اور مسلکی بتوں کو توڑ کر ایک ملت میں گم ہو جانے کا مطالبہ کرتا ہے جہاں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہو اور بس۔

فرقہ بندی کے خلاف قرآن کا کھلا اعلان اور سخت سرزنش ملاحظہ فرمائیں اور دین کے اُن نام نہاد شعبدہ بازوں سے سوال کریں کہ جس مذہب کی تبلیغ میں وہ شب و روز سرگرداں ہیں وہ کون سے مذہب کی تبلیغ ہے۔ قال

الله اور قال الرسول ﷺ کی چیخ مارتے وہ کس مذہب کی سربلندی کے لیے اپنے حلق خشک کرتے آرہے ہیں اور اس کی اجازت انھیں کس نے دی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

1. اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پھر وہ ان کو بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے" (الانعام 159)۔

2. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر یہ کہ تم مسلم ہو۔ اور تم سب اللہ کی رسی (کتاب اللہ) کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ فرقہ نہ ہوجاؤ" (آل عمران 102-103)۔

3. وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

"اور نہ ہوجانا ان لوگوں کی طرح جنھوں نے روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا اور فرقہ فرقہ ہوگئے، اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے" (آل عمران 105)۔

4. وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

"اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرتے رہو، اور آپس میں تنازع نہ کرو ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"۔(الانفال 46)۔

5. مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

"اللہ کی طرف رجوع کرتے رہو اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہوجانا۔ ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین میں فرقے بنالئے اور گروہوں میں بٹ گئے، ہر گروہ اسی چیز میں مگن ہے جو اس کے پاس ہے" (الروم 31-32)۔

ظاہر ہے قرآن کی مندرجہ بالا آیات کی تفہیم کے لیے کسی تفسیر کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہاں تمثیلات اور تشبیہات کا کوئی معاملہ نہیں کہ ہر آیت بالکل عام فہم زبان میں وضاحت کے ساتھ بیان کردی گئی ہے۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ قرآن کے اتنے واضح اور دوٹوک احکامات کے باوجود اگر ہماری مذہبی

دانش گاہیں، دینی تنظیمیں، ہمارے علمائے کرام اور فقہائے عزام اپنی علاحدہ شناخت پر بضد ہیں تو اس کا جواز کیا ہے؟ ہمیں ایک نبی ﷺ کی امت مسلمان ہونے کے بجائے اپنے شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی اور نہ جانے اس طرح کی غیر قرآنی اصطلاحوں پر اس قدر اصرار ہے تو اس کا ماخذ کیا ہے؟ کیا قرآن ہمیں اس بات کی اجازت فراہم کرتا ہے کہ ہم گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہوکر اپنی مسجدیں، مدرسے اور مجلسیں علیحدہ آباد کرلیں؟ کیا قرآن کریم کے مقدس صفحات میں کسی شیعہ، سنّی، دیوبندی، بریلوی اور جماعت اسلامی فرقوں کے وجود کا کوئی جواز پایا جاتا ہے؟ کیا یہ اصطلاحیں غیر قرآنی اصطلاحوں کو رواج نہیں دے رہی ہیں؟ اور نئے دین کے بنیاد کی وجہ نہیں بن رہی ہیں؟ کیا اس سے فرقہ واریت اور منافرت میں اضافہ نہیں ہورہا ہے؟

قرآن کے ان مقدس آیات کو حفظ کرلیں۔ چاہیں تو فریم کرا اپنے گھروں کی دیواروں پر آویزاں کردیں۔ کوئی آپ کو مسلک اور فرقے کے نام پر گمراہ کرنے کی کوشش کرے تو اُسے قرآن کریم کی یہ آیات مبارکہ پیش کردیں اور خود کو کسی فرقے سے منسلک کرنے کے بجائے محض مسلمان ہونے پر اکتفا کریں کہ یہی قرآن کو مقصود ہے اور یہی نجات کا راستہ ہے۔ یقین جانیں اس سے بہتر اسلام کی تبلیغ اور اتحاد اُمت کی کوئی اور جہت نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ فلاح کا کوئی اور راستہ نہیں۔ کوئی زبان سے تسلیم کرے نہ کرے مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں شدید مخاصمت اور منافرت کا لاوا تیار ہورہا ہے اور دشمن اس اندرون خانہ دبی چنگاری کو ہوا دینے کی تاک میں ہے۔ حرکت کیجئے قبل اس سے کہ دیر ہوجائے۔

(جاری از صفحہ 32)

چوتھی بات، ضعیف احادیث کے حوالہ سے صحیح رویہ یہی ہے کہ خصوصاً ترغیب کے باب میں یہ ایک حد تک اور چند شرائط کے ساتھ مقبول ہیں اور اس چیز کی قدرے تائید ایک حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے، مگر اس کا ذکر پھر کسی موقع پر۔ لہٰذا حوروں کے ہیئت وقد وقامت بیان کرنے پر اشکال کرنا بھی درست نہیں۔ نیز حوروں کی ہیئت وصورت کا ذکر تو خود قرآن میں موجود ہے، اس کا کیا کیا جائے؟

پانچویں بات یہ کہ لوگوں کا ایمان کمزور ہے، اپنے مضامین وغیرہ میں اغیار کی بنائی فلمز کا من وعن نام لیے بغیر اگر ان پر نقد کیا جاسکتا ہو تو نام ذکر نہیں کرنا چاہیے تاکہ ہمارے دینی مضامین ان بے ہودگیوں کی تشہیر اور ضعف ایمانی کا شکار مسلمانوں کو ان کے دیکھنے کی ترغیب کا باعث نہ بنیں۔

❖❖❖

شیخ العلماء مکہ مکرمہ شیخ سید محمد علوی مالکی اور

علامہ سید محمد اشرف اندرابی قادری

(باہم تعلق وروابط)

عابد حسین شاہ پیرزادہ
مہتمم بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال

اوراد فتحیہ اور ذخیرۃ الملوک وغیرہ کتب کے مصنف، مشہور صوفی بزرگ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی عرف شاہ ہمدان (وفات ۷۸۶ھ/ ۱۳۸۵ء) کی یاد میں علم کے فروغ اور مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کی غرض سے اس ادارے کی بنیاد خطہ کشمیر کے عالم، مربی و مرشد مولانا سید محمد اشرف اندرابی قادری نے رکھی۔ جنہوں نے شیخ سید محمد علوی مالکی سے اجازت وخلافت پائی نیز باہم مراسلت تھی۔ آئیندہ صفحات پر ان دونوں اکابر کا تعارف اور باہم تعلق وروابط کی تفصیلات پیش ہیں۔

ڈاکٹر شیخ سید محمد حسن بن علوی مالکی

مکہ مکرمہ کے علماء گھرانہ میں ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے اور اسی شہر مقدس میں ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء میں وفات پائی۔ حافظ وقاری، فقیہ مالکی، مسند و محدث، شیخ العلماء مکہ مکرمہ، محدث اعظم حجاز اور بکثرت تصانیف ہیں۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں پی ایچ ڈی کی۔ مسجد حرم مکی میں مدرس اور ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں پروفیسر، تلاوت و تجوید کے عالمی مقابلہ کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کے صدر نیز رابطہ عالم اسلامی سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں مکہ مکرمہ کے محلہ رصیفہ میں واقع اپنے گھر میں مدرسہ قائم کیا جس سے دنیا بھر کے طلباء و علماء نے استفادہ حاصل کیا۔

اسلامیان پاک وہند میں آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ چنانچہ آپ نے مولانا ضیاء الدین احمد قادری سیالکوٹی مہاجر مدنی، نیز مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی سے اسلامی علوم وسلسلہ قادریہ میں اجازت و خلافت پائی۔ اور ۱۹۷۸ء میں ہندوستان کے صوبہ کیرالا کے شہر کالی کٹ میں مرکز سنی ثقافت کا سنگ بنیاد رکھا جو آج

ہندوستان بھر میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا سب سے بڑا مدرسہ ہے۔ اور وفات سے چند ماہ قبل ہندوستان آئے تو اس ادارے کی رونق ملاحظہ کی۔ نیز رضا اکیڈمی بمبئی پھر مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری کی دعوت پر بریلی کا دورہ کیا۔ اور مولانا پیر محمد کرم شاہ ازہری عمرہ کے لیئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو سید مالکی نے گھر میں دعوت کی۔

۱۹۹۵ء میں ادارہ منہاج القرآن کی دعوت پر لاہور تشریف لائے اور اجتماع میں شرکت و خطاب کیا نیز دارالعلوم نعیمیہ اور جامعہ اسلامیہ کا دورہ کیا۔ دیگر ایام میں کراچی تشریف لائے تو دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ میں درس دیا۔ علاوہ ازیں آپ کی چند تصانیف کے عربی متن سیالکوٹ، کراچی اور پوربندر صوبہ گجرات ہندوستان سے شائع ہوئے۔ اور زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن کے عربی متن پر مولانا کامران احمد عطاری مدنی نے تحقیق تعلیق انجام دی جو شام سے چھپی۔ جب کہ گیارہ سے زائد کتب کے اردو تراجم سامنے آئے جن کے نام یہ ہیں۔

اصول ترجمہ وتفسیر القرآن ترجمہ از مولانا غلام نصیر الدین چشتی، اسی کا دوسرا ترجمہ بنام ضیاء علوم القرآن فی ترجمۃ زبدۃ الاتقان از مولانا محمد انور مگھالوی، اور زبدۃ الاتقان کی اردو شرح بنام زینت الاتقان از ڈاکٹر خلیل احمد قادری، انسان کامل از علامہ سید اسرار بخاری، معراج حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مولانا مظہر حسین علیمی، در رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مفتی محمد خان قادری، ذخائر محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مفتی محمد خان قادری، اصلاح فکرو اعتقاد از مولانا یسین اختر مصباحی، مسلک سلف صالحین از مولانا محمد اکرام اللہ زاہد، ایصال ثواب کی شرعی حیثیت از علامہ عبدالخالق مصباحی، مستشرقین کا انصاف و تعصب از مولانا افتخار احمد قادری، اسلام کا معاشرتی نظام جس پر مترجم کا نام درج نہیں۔ اور مولانا محمد صدیق ہزاری نیز مولانا ظفر اقبال کلیار نے آپ کی تصانیف کے جزوی تراجم کیئے۔ اور حول الاحتفال بذکری المولد النبوی الشریف آپ کی وہ مختصر و مقبول کتاب ہے جس کے سات اردو تراجم سامنے آئے۔ نیز علامہ ظفر احمد میمن نے سندھی زبان میں منتقل کی۔ اور آپ کی وفات کے موقع پر عربی ذرائع ابلاغ میں آنے والی خبروں اور مضامین کی بنیاد پر عبدالحق انصاری کی ضخیم کتاب "محدث اعظم حجاز کی وفات اور سعودی صحافت" شائع ہوئی۔ نیز مولانا ابوسعید محمد سرور قادری گوندلوی (پیدائش ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۴ء) نے آپ

مولانا سید محمد اشرف اندرابی انہی حضرت سید میرک اندرابی کی اولاد و نسل میں سے تھے۔ جو ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں سری نگر سے چالیس کلومیٹر فاصلہ پر ضلعی صدر مقام پلوامہ کے مضافات میں واقع گاؤں جڈورہ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۳۷ھ/ ۲۰۱۶ء کو وفات پائی اور جڈورہ کے آبائی مقبرہ میں مزار واقع ہے۔

کے افکار پر کتابچہ مرتب کیا جو پہلی بار ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں اور جدید ترتیب کے ساتھ دوسری بار ''عقائد اہل سنت مفتی مکہ کی نظر میں'' نام سے ۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۲ء میں مکتبہ فیضان رسول گوندلانوالہ سے ۳۲ صفحات پر شائع کیا گیا۔ ادھر عراق کی ایک خاتون اسرار بنت ثامر ہادی عبیدی نے آپ کے احوال و آثار پر بغداد یونیورسٹی سے ایم فل کیا، ان کا تحقیقی مقالہ بعنوان "محدث الحجاز السید محمد بن علوی المالکی وجهوده الكلامية" دار الفتح عمان اردن سے آٹھ سو صفحات پر شائع ہوا۔

علامہ سید محمد اشرف اندرابی قادری

سیدنا حسین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل میں سے ایک بزرگ حجاز مقدس سے ہجرت کر کے افغانستان کے شہر اندراب آ گئے۔ جن کی اولاد اب اس پورے خطہ میں آباد اور سادات اندرابی کہلاتی ہے۔ اس خاندان کے حضرت سید محمد میرک اندرابی قادری (وفات ۹۹۰ھ/ ۱۵۸۲ء) کا مزار ملارٹہ سری نگر میں مرجع خواص و عام ہے۔ اور ان کی نسل کشمیر نیز گوجرانوالہ پاکستان وغیرہ میں ہے۔

مولانا سید محمد اشرف اندرابی انہی حضرت سید میرک اندرابی کی اولاد و نسل میں سے تھے۔ جو ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں سری نگر سے چالیس کلومیٹر فاصلہ پر ضلعی صدر مقام پلوامہ کے مضافات میں واقع گاؤں جدورہ میں پیدا ہوئے اور ۷ ۱۴۳ھ/ ۲۰۱۶ء کو وفات پائی اور جدورہ کے آبائی مقبرہ میں مزار واقع ہے۔ علامہ سید محمد اشرف اندرابی نے ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوں سے پائی اور پلوامہ ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے دادا حضرت پیر سید احمد شاہ اندرابی (۱۲۸۴ھ۔ ۱۳۶۹ / ۱۸۶۷ھ/ ۱۹۵۰ء) گوجرانوالہ میں مقیم تھے۔ جو قادری مرشد نیز نقشبندی مجددی سلسلہ میں حضرت بابا فقیر محمد چوراہی کے خلیفہ تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء کے آخر میں آپ گوجرانوالہ آ گئے، جہاں پر ایف اے کرنے کے بعد دادا کی تحریک وخواہش پر علامہ سید محمد اشرف دینی تعلیم جانب متوجہ ہوئے اور گوجرانوالہ میں ہی علامہ محمد چراغ کے مدرسہ عربیہ میں داخلہ لیا اور پھر ۱۹۴۵ء کے اوائل میں دار العلوم دیوبند پہنچے، جہاں دو سال تعلیم کے بعد فراغت پائی۔ نیز پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل وغیرہ امتحان پاس کئے۔ آئندہ دنوں میں والد گرامی حضرت پیر سید محمد امین اندرابی (وفات ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) سے قادری سلسلہ میں خلافت عطا ہوئی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ گوجرانوالہ میں دادا مرحوم کے ہاں مقیم رہے، اور گرونانک خالصہ کالج (اب گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج) میں عربی لیکچرار کی ملازمت کر لی، تا آنکہ قیام پاکستان عمل میں آیا۔ اور آپ محکمہ بحالیات حکومت پاکستان میں افسر تعینات ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں دادا محترم نے وفات پائی تو آپ کے والدین اور دیگر برادران جدورہ میں سکونت پذیر تھے۔ لہذا ۱۹۵۱ء میں اپنے اہل خانہ کو پاکستان لانے کے لیے کشمیر گئے تو حکومت ہند نے واپس جانے کی اجازت نہیں دی۔

علامہ سید محمد اشرف اندرابی عالم جلیل، درگاہ اندرابیہ

قادریہ کے سجادہ نشین، مدرس و مبلغ، ادیب و شاعر، صحافی و مصنف، ماہر تعلیم اور وادی کشمیر میں قائد اہل سنت تھے۔ ۱۹۵۳ء میں حکومت مقبوضہ کشمیر کے محکمہ تعلیم میں بطور استاذ ملازمت اختیار کر لی جہاں سے ۱۹۸۲ء میں ریٹائر ہوئے لیکن اس دوران تبلیغی اعمال جاری رکھے۔ موضع ویری ناگ میں انیس برس قیام کے دوران مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں پلوامہ آ گئے تو وہاں کی جامع مسجد میں دس سال اور خانقاہ حضرت میر صاحب ڈشہ بگ کی مسجد میں تیس برس امامت و خطابت فرمائی۔ علاوہ ازیں ۵ مئی ۱۹۶۸ء کو انجمن تبلیغ الاسلام جموں و کشمیر کی رکنیت اختیار کی اور اس کے صدر نامور عالم و مصنف کتب کثیرہ امیر شریعت علامہ سید محمد قاسم بخاری کے ساتھ مل کر اگلے دس برس دعوت و ارشاد کے اعمال میں اہم کردار ادا کیا۔ مختلف اوقات میں اس انجمن کے علاقائی صدر، ناظم اعلیٰ، نائب مہتمم، اور اس کے تحت شائع ہونے والے ماہنامہ ''الاعتقاد'' کے معاون مدیر، پندرہ روزہ اخبار ''حنفی'' کے اعزازی مدیر وغیرہ عہدوں پر فائز رہے اور مذکورہ رسائل نیز ماہنامہ ''التبلیغ'' میں مختلف موضوعات پر مقالات لکھے۔ نیز انجمن کے تحت قائم و جاری حنفی عربی کالج سری نگر کا پہلا آئین و منشور آپ نے مرتب کیا۔

بعد ازاں کچھ عرصہ دعوت اسلامی سے وابستہ رہے اور ۱۹۸۳ء میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی عالم گیر تنظیم ورلڈ اسلامک مشن میں آ گئے اور پھر اس کی ریاست جموں و کشمیر شاخ کے مرکزی صدر قرار پائے۔ اور علامہ ارشد القادری، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کے ساتھ مل کر کام کیا۔ سری نگر سے ورلڈ اسلامک مشن کا ترجمان ماہنامہ ''تبلیغ الاسلام'' جاری کیا، جس کا پہلا شمارہ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ/ستمبر ۱۹۸۴ء کو سامنے آیا، آپ اس کے مدیر اعلیٰ تھے۔ ۱۹۹۰ء میں ضلع پلوامہ میں پہلا مدرسہ، ہمدانیہ مشن سکول قائم کیا۔ ۱۹۹۳ء میں دریائے جہلم کے مشرقی طرف قومی شاہراہ پر واقع کشمیر کے اہم قصبہ پانپور میں دار العلوم شاہ ہمدان کی بنیاد رکھی اور ۴ اگست ۱۹۹۶ء کو اس کا افتتاح کیا۔ اور جنوری ۱۹۹۸ء کو سری نگر سے دار العلوم پانپور کا دینی و علمی ترجمان ماہنامہ ''ختم نبوت'' جاری کیا۔ کچھ عرصہ یہ بوجوہ بند کرنا پڑا تو اپریل ۲۰۰۴ء میں ماہنامہ ''المصباح'' جاری کیا جو تا حال ۲۰۲۳ء میں شائع ہو رہا ہے اور وادی کشمیر کے مؤقر و مقبول اسلامی جرائد میں سے ہے، جس کے متعدد خاص شمارے سامنے آئے، جن میں سے بعض یہ ہیں۔ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر فروری ۲۰۱۲ء، غوث الاعظم نمبر فروری ۲۰۱۳ء، قائد اہل سنت نمبر اگست ۲۰۱۸ء، اولیائے کشمیر نمبر ستمبر ۲۰۲۱ء نیز نومبر ۲۰۲۲ء۔ اور مولانا انجینئر نذیر احمد میر پانپوری کی یاد میں میر ملت نمبر مارچ ۲۰۲۲ء۔ دار العلوم شاہ ہمدان پانپور اور ماہنامہ المصباح نیز آپ کے قائم کردہ مزید تعلیمی اور فلاحی ادارے شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ کے تحت سرگرم عمل ہیں اور آپ وفات تک ان کے سرپرست رہے۔ ۲۰۰۰ء میں پلوامہ سے محض ایک کلومیٹر فاصلہ پر گاؤں مونگہامہ میں دار العلوم غوثیہ ہمدانیہ اور وہیں پر ۲۰۱۲ء میں

بچیوں کے لئے مدرسہ غوثیہ ہمدانیہ للبنات قائم کیا۔ اب آپ کے داماد سید حمید اللہ اندرابی اس کے نگران ہیں۔

علامہ سید محمد اشرف اندرابی نے تقریباً ۱۹۶۴ء میں اخبارات ورسائل میں لکھنا شروع کیا۔ پھر خود رسائل جاری کئے نیز چند تصنیفات ہیں، جن میں سے مطبوعہ کے نام یہ ہیں۔ صور اسرافیل صفحات ۷۰، نیز قصیدہ غوثیہ کا اردو ترجمہ وشرح الکوکبۃ الدریۃ فی شرح القصیدۃ الخمریۃ صفحات ۸۰، اور ۶۴۰ صفحات پر مشتمل ''مقالات اندرابی'' جو ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء میں شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور کشمیر نے شائع کی۔ اور معروف معاصر ماہنامہ ''الرسالہ'' دہلی کے مدیر علامہ وحید الدین خان کے افکار ونظریات کے تعاقب میں'' وحید الدین خان کا سائنٹفک اسلام یا ماڈرن ارتداد'' مطبوع ہے۔ نیز مقالات اندرابی میں بھی وحید الدین خان نظریات کی تردید میں دوسیر حاصل مضمون ''قادیانیت کے دور جدید کی شروعات، علماء امت کے لئے خطرے کے گھنٹی'' صفحہ ۳۸۵ تا ۳۹۶ پر'' خاتمیت وکاملیت ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں'' صفحہ ۴۴۶ تا ۴۶۱ پر درج ہیں، جو قبل ازیں'' المصباح'' میں شائع ہوئے۔ اور قادیانی فتنہ کے احتساب میں ماہنامہ ''ختم نبوت'' جاری کیا تو اس کے پہلے شمارے جنوری ۱۹۹۸ء سے ہی آپ کا مضمون ''صوفیاء کرام اور فتنہ مرزائیت'' قسط وار سامنے آنے لگا۔ نیز'' عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیت'' نام سے آپ کی کتاب بھی شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور کی طرف سے ۲۴ صفحات پر شائع کی گئی۔ اور قادیانیت کے ہی محاسبہ میں دوسری کتاب'' اسلام کیا ہے'' کی انجمن تبلیغ الاسلام پلوامہ سے ۱۶ صفحات پر اشاعت ہوئی۔ علاوہ ازیں ربیع الاول ۱۴۰۷ھ/ نومبر ۱۹۸۶ء کو ''تبلیغ الاسلام'' کا ''ختم نبوت نمبر'' ۶۴ صفحات پر شائع کیا۔ دیگر موضوعات پر مقالات اندرابی میں شامل مضامین'' بابری مسجد بھارتی جمہوریت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ'' اور'' کشمیر جنوبی ایشیا کا فلسطین'' عنوان سے ہیں۔ مزید یہ کہ چار زبانوں اردو، فارسی، کشمیری اور پنجابی میں شاعری کی۔ عاصم تخلص تھا اور آپ کا کلام اخبارات ورسائل میں شائع ہوتا رہا اور وفات کے بعد ماہنامہ المصباح کے ایڈیٹر ڈاکٹر محمد تنویر حیات نے جمع ومرتب کیا، جو'' نغمات عاصم'' نام سے ۱۴۴۴ھ/ ۲۰۲۲ء میں غوثیہ ہمدانیہ مدرسہ البنات مونگہامہ پلوامہ سے ۱۱۲ صفحات پر شائع کیا گیا اور یہ مذکورہ چار زبانوں میں حمد، نعت، مناقب وفضائل، غزل وغیرہ موضوعات پر مشتمل ہے۔

ہندوستان میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی اہم وموقر درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے علامہ سید اشرف اندرابی کے روابط تھے۔ اور آپ کے قائم کردہ دارالعلوم شاہ ہمدان پانپور میں متعدد اساتذہ جامعہ اشرفیہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ نیز اس کے ترجمان ماہنامہ ''اشرفیہ'' میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ اور آپ کی وفات پر صوفی محمد سبحان پانپوری کی تحریر ''حضرت علامہ سید اشرف

اندرابی رحمۃ اللہ علیہ" عنوان سے اشرفیہ کے شمارہ ستمبر ۲۰۱۶ء صفحہ ۳۰ تا ۳۶، ۵۶ پر چھپی نیز اس کے ایڈیٹر مولانا مبارک حسین مصباحی کا قلم بند کردہ تعزیتی شذرہ "قائد اہل سنت علامہ سید محمد اشرف اندرابی کا وصال پُرملال" صفحہ ۵۴، ۶ پر درج ہے۔

آپ مقبوضہ کشمیر سے بارہا پاکستان تشریف لائے۔ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری آپ کے سفر کا حصہ ہوتی۔ ۱۹۸۲ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد یہاں آئے تو اپنی جاگیر گوجرانوالہ میں اپنے دادا مرحوم کے مزار سے متصل ایک مدرسہ و مسجد کی تعمیر کا اہتمام کیا۔ یہاں کے جن علماء سے روابط اور بعض سے مراسلت تھی اُن میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ نقشبندی علی پوری، مولانا ابوداؤد محمد صادق، مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی، مولانا ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور شاعر نعت راجا رشید محمود کے نام شامل ہیں۔

باہم تعلق و روابط

شیخ العلماء سید محمد علوی مالکی اور مولانا اندرابی کے باہم تعلق و روابط میں سے ہے کہ علامہ سید محمد اشرف اندرابی کے احوال و خدمات پر شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ کے ترجمان ماہنامہ "المصباح" کا جو خاص شمارہ قائد اہل سنت نمبر شائع کیا گیا، اس میں ڈاکٹر تنویر حیات کے مضمون میں صفحہ ۱۶۹ پر شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی سے مراسلت و اجازت کی اطلاع دی گئی ہے۔ جبکہ رمضان ۱۴۰۴ھ/ جون ۱۹۸۴ء کو سید محمد مالکی کا مولانا اندرابی کے نام لکھے گئے ایک خط کا عکس راقم سطور کے پیش نظر اور اس تحریر کے آخر میں نقل کیا جا رہا ہے۔ اس خط کے ساتھ آپ کے نام اجازت نامہ ارسال کیا گیا جو "اجازة علمية" نام سے ۲۴ صفحات پر دار السقاف للطباعة والنشر سورابا با انڈونیشیا کی شائع کردہ ہے جس کے صفحہ ۲ پر قلم سے مجاز کا نام "السيد محمد اشرف الاندرابي القادري" لکھا ہے۔

شیخ سید محمد علوی مالکی کی زندگی اور وفات کے بعد بھی ان کی تحریروں کے تراجم المصباح کی صفحات کی زینت بنے، جن میں سے پانچ یہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی پاکیزگی، المصباح، شمارہ مئی ۲۰۰۴ء صفحہ ۲۷ تا ۲۸، ۳۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تعلیم وارشاد، شمارہ مارچ ۲۰۰۶ء صفحہ ۳۱ تا ۳۶۔

زیارت نبوی پر کتاب وسنت کے دلائل، زیارت نبوی اور قرآن، ترجمہ از مفتی محمد خان قادری، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۳۳ تا ۳۵، ۲۶۔

شریعت اسلامیہ پر بدگمانی کرنے والوں سے دو باتیں، شمارہ اکتوبر ۲۰۱۲ء صفحہ ۲۲ تا ۲۳۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی تدابیر، شمارہ دسمبر ۲۰۱۳ء صفحہ ۳۰ تا ۳۳۔

مزید کہ آپ کی وفات کی مناسبت سے سعودی عرب کے سابق وزیر پٹرولیم ڈاکٹر احمد زکی یمانی کے قلم بند کردہ

مضمون، ترجمہ از مولانا اسید الحق ازہری شہید بدایونی بھی المصباح شمارہ مارچ ۲۰۰۵ء صفحہ ۳۷ تا ۳۸ پر بعنوان ''فضیلۃ الشیخ علامہ سید محمد علوی المالکی علیہ الرحمۃ والرضوان'' درج ہے۔ مولانا اندرابی کے نام آپ کے خط کا متن یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد علوی المالکی

خادم العلم الشریف بالبلد الحرام

فضیلة المحترم المکرم الاستاذ محمد اشرف الاندرابی القادری حرسہ اللہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ.

اما بعد فقد استلمت رسالتکم الکریمة وسررت بہا جدا.

اما مسئلة الاجازة فالیکم اجازة مختصرة ولنا اثبت اسمہ الطالع السعید ومؤلفات اخری لااستطیع ارسالہا بالبرید لکن اذا ارسلتم الیّ من تعرفون من المعتمرین القادمین بورقة تعریف منکم فاننا نعطیہ جمیع ما عندنا.

ہذا ولا تنسونا من صالح دعواتکم ودمتم.

توقیع

❖❖❖

خاتمہ

شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ کے متعلق مندرجہ بالا تمام معلومات بذریعہ وٹس ایپ ڈاکٹر محمد تنویر حیات نے عطا کیں۔ جو مولانا اندرابی کی وفات سے المصباح کے ایڈیٹر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس مؤقر رسالے کی ادارت کے ساتھ تصنیف وتراجم کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ شاہ ہمدان حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی کے چار رسائل، رسالہ درویشیہ، رسالہ ہمدانیہ، مرات التائبین، رسالہ عقوبات کا اردو ترجمہ کیا جو شیخ محمد عثمان اینڈ سنز پبلشرز سری نگر نے ۲۰۱۳ء میں شائع کی۔ اور کشمیر کے معروف صوفی بزرگ حضرت بابا داؤد شاہ خاکی سہروردی (وفات ۹۹۵ھ/ ۱۵۸۶ء) کے ''قصیدہ لامیہ'' کا فارسی سے ترجمہ کر کے شرح لکھی جو زیر طبع ہے۔ اور جیسا کہ گذر چکا علامہ سید اشرف انداری کا منظوم کلام جمع ومرتب کر کے ''نغمات عاصم'' نام سے چھپوایا۔ نیز دسویں اور بارہویں جماعت کے لیے تاریخ اور انگریزی مضامین کی پانچ کتب لکھیں۔ اور ''ریشیت کیا ہے، ایک تاریخی سماجی اور فلسفیانہ تجزیہ'' کے علاوہ ''نقوش اندرابی'' زیر تالیف ہیں۔ اور علامہ سید محمد اشرف اندرابی کی الکوکبة الدریة فی شرح القصیدة الخمریة پہلی بار ۱۹۷۶ء میں چھپی تھی، اب ڈاکٹر تنویر حیات نے اسے نئے سرے سے مرتب کر کے جدید کتابت سے آراستہ کیا، جسے شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ کی طرف سے ۷۲ صفحات پر شائع کیا گیا، جس کی رسم اجراء ۱۹ اگست ۲۰۲۳ء کو طے ہوئی۔

بمقام: درسگاہ سید محمود شاہؒ دوبی مسجد کدلہ بل پانپور

زیرِ اہتمام: شاہ ہمدانؒ میموریل ٹرسٹ پانپور

شاہِ ہمدانؒ میموریل ٹرسٹ نے اسلامی ماؤں، بہنوں اور بچیوں کے لئے ہر ماہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد کرتا رہتا ہے۔ اس حوالے سے قصبہ پانپور اور ملحقہ علاقہ جات کی تمام خواتین کو ان اجتماعات میں شرکت کرنے کی پُرخلوص دعوت دیتے ہیں۔ مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل نمبر پر پروگرام کوآرڈینیٹر سے رابطہ کریں۔

رابطہ نمبر: 9596496106

عبدالرشید وانی

RNI No. JKURD/2004/12844 Postal Reg. No. : L/SK-122/2021-2023

شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ پانپور کے اغراض و مقاصد

1۔ قرآن مجید ناظرہ، حفظ مع تجوید کی تعلیم و تدریس دینی علوم صرف و نحو، تفسیر و حدیث، ادب و معانی و دیگر علوم عالیہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم کا بندوبست کرنا۔

2۔ مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق قرآن و سنت کی تعلیمات کو جدید اسلوب اور دلنشیں انداز میں پیش کرنا۔

3۔ مسلمانوں کے دلوں میں خشیت الٰہی، عشق رسول ﷺ، عقیدہ ختم نبوت کا رسوخ اور سلف صالحین کی عقیدت و اتباع کا سچا جذبہ پیدا کرنا۔

4۔ حقی مسلک کی تائید و حمایت کرنا اور گمراہوں کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کے غبار کو دور کر کے سلف صالحین کے مسلک حق کو واضح کرنا۔

5۔ بنام تصوف کے نام پھیلائے جانے والے زندقہ و الحاد کی بیخ کنی کر کے اولیاء کرام کی سیرت و تعلیمات کی روشنی میں صحیح تصوف و طریقت کی ترویج و اشاعت۔

6۔ عقیدہ ختم نبوت کی اساس پر مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان اتحاد و ہم آہنگی پیدا کرنے کی سعی کرنا۔

7۔ ملکی، ملی اور بین الاقوامی مسائل خصوصاً عالم اسلام کے مسائل پر بے لاگ تبصرہ کرنا اور حسب ضرورت ریاستی و ملکی سطح پر مسلمانوں کے جذبات و مطالبات کی ترجمانی کرنا۔

علاوہ ازیں درج ذیل خدمات بھی ٹرسٹ ہذا حتی المقدور انجام دیتا ہے:

- مفلس، بیوہ اور یتیموں کی مالی معاونت ◆ لاوارث بچوں کو ماہانہ وظیفہ جاری کرنا ◆ مہلک امراض میں مبتلا بیماروں کی مدد کرنا ◆ یتیم و مساکین طلباء کی تعلیم کو جاری رکھنے میں امداد کرنا ◆ یتیم اور غریب لڑکیوں کی شادی خانہ آبادی میں معاونت کرنا ◆ ناگہانی آفت میں متاثرین کی امداد کرنا ◆ اہل سنت والجماعت کے عقائد پر مبنی رسالے شائع کرنا [illegible]
- [illegible] 192121

For Correspondence

Shah-e-Hamdan Memorial Trust

Pampore Kashmir, Tel-01933-223267

Account Number : Shah-e-Hamdan Memorial Trust

0016010100003424 (J&K Bank Pampore)

₹ 25